حیاتِ طیبہ

شیخ الحدیث و التفسیر

حضرت مولانا مفتی تقدس علی خان علیہ الرحمہ



شعبہ نشر و اشاعت

تحریکِ اتحادِ اہلسنّت پاکستان

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حیاتِ طیبہ
شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت علامہ مفتی
تقدس علی خان علیہ الرحمہ

پیش لفظ

سوادِ اعظم اہل سنت کی ضیاء، صوفیاء اور اولیاء ہیں یہی وہ ہستیاں ہیں جن کے نقشِ قدم راہِ خدا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم ان اولیاء اللہ رحمہم اللہ سے محبت کرتے ہیں اور ان کے دامن سے وابستہ ہوتے ہیں تاکہ دنیا و آخرت میں کامیابی نصیب ہو۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو یہ مقام اطاعتِ باری تعالیٰ، غلامیٔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دین کی اخلاص کے ساتھ خدمت سے نصیب ہوا۔ انہی خاصانِ خدا میں سے ایک ہستی شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی تقدس علی خان علیہ الرحمہ کی ہے جنہوں نے اپنا سب کچھ مسلکِ اعلیٰ حضرت پر قربان کر دیا۔ بچپن اکابر علماء کے درمیان گزرا اور امامِ اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خاں، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں، مفتیٔ اعظم ہند علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خان، صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہم اللہ سے علمِ دین حاصل کیا۔

علم حاصل کرنے کے بعد اپنے مرشد کے سچے سپاہی بن کر دار العلوم منظر الاسلام کے مہتمم بنے۔ تحریکِ پاکستان، تحریکِ ختمِ نبوت اور دیگر اسلامی تحریکوں میں بھرپور حصہ لیا۔ سندھ

کے شہر خیر پور کے قصبے پیر جو گوٹھ میں مقیم ہو کر خوب خوب دین کی خدمت کی۔ پیر صاحب پگاڑا کی تربیت کی، جامعہ راشدیہ کی بنیاد رکھی، اپنی جیبِ خاص سے جگہ خرید کر ''مسجد رضا'' بنائی اور مسجد کے دکانیں بھی بنائیں کہ کرایہ سے مسجد کا خرچ چلتا رہے۔ پیر جو گوٹھ کے بازار میں اب بھی وہ مسجد موجود ہے۔ خلقِ خدا کی خدمت کے لئے ہر وقت کوشاں رہے اور آخری وقت تک یہ سلسلہ جاری رکھا۔ قبلہ تقدس میاں علیہ الرحمہ نے امامِ اہل سنت سے بیعت کا سچا حق ادا کیا اور دنیا پر ظاہر کر دیا کہ میں کسی عام خاندان کا فرد نہیں بلکہ میرا تعلق مجددِ اعظم الشاہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے عظیم خانوادے سے ہے۔

عوام کو قبلہ تقدس علیہ الرحمہ کی سیرت و کردار سے روشناس کرانے کے لئے ''تحریکِ اتحادِ اہلسنّت پاکستان'' نے آپ علیہ الرحمہ کی سیرت پر ایک کتاب شائع کرنے کی سعی کی ہے۔ یہ تحریکِ اتحادِ اہلسنّت پاکستان'' کے سلسلہ مفت اشاعت کی ایک کڑی ہے۔ اس کتاب کی خاص بات یہ بھی ہے کہ اس کتاب میں دیگر بزرگوں کا بھی تعارف پیش کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ تحریکِ اتحادِ اہلسنّت پاکستان کو ترقیوں سے مالا مال فرمائے، کتاب کے مؤلف کو بھی بزرگوں کی برکتوں سے مالا مال فرمائے اور تمام معاونین کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

ادارہ (تحریکِ اتحادِ اہلسنّت پاکستان)

گزارش

اگر آپ کو اس رسالے میں کسی بھی قسم کی کوئی غلطی یا کوئی کمی بیشی نظر آئے تو اسے اپنے قلم سے درست کر کے ہمیں بھیجئے تاکہ ہم آئندہ اشاعت میں اس کمی کو پورا کر سکیں۔

نتیجہ فکر .... علامہ شمس الحسن شمس بریلوی

قطعات تاریخ گرداب الم

۸۸ ـــــــ ۱۹ء

والا نسب حاجی تقدس علی خان، سرمایۂ کمال رضا

۱۰۴۸ھ ۱۰۴۸ھ

تقدس علی خان زلطف خدا نکو نام پیمودہ راہِ صفا
بہ تن داشت جامہ زفقر بہیں ردائے بسر بود از اعتلا
قدم چوں نہادہ براہِ شباب بہ عفّت بسر بُرد راہِ صَفا
بہ دانش پڑوہی ہمہ وقتِ او ہمی گشت شاغل زصبح تامَسا
بہ کار ہائے دیں صرفِ اوقات بود فروغِ شریعت ہمہ مدّعا
ہمہ وقت فیضِ رضا عام کرد بہ نطق و دوات و قلم برملا
زفیض رضا ہرچہ حاصل نمود بہ دیگر سپردن نہ کر دے خطا
منم ہمرش ماندہ ام چند سال ندیدم از و مکر و کید و خطا
بُدے ناظم درس گاہ عظیم کہ آں را بنا کردہ حضرت رضا
پئے حفظ ایمان ہجرت نمود بہ افرادِ خانہ بارضِ صفا
بسے دیدہ بودے جفا از فلک مگر بربش بود شکر خدا
پدر مادر و دختر و پور را سپردہ نجا کے زدستِ قضا
بایں رنج و آلام و بارِ ستم بہ پیش نظر داشت صبر و رضا
بے مختصر شمس احوالِ او نگارش نمودم راہِ صفا
بالآخر زحکم قضا و قدر نشانہ نمود او را تیر قضا
چو پر سند احباب سال وفات
بگو عروہ خاندان رضا
۱ ۹ ۸ ۸ ء

استاذ العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر الحاج حضرت علامہ مولانا مفتی تقدس علی خان جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ ضلع خیر پور کے شیخ الحدیث والتفسیر تھے۔صوبہ سندھ کی یہ دینی درسگاہ سندھ کے عظیم روحانی مرکز پیر صاحب پگاڑا کی درگاہِ عالی کا ہی ایک حصہ ہے اور موجودہ پیر صاحب پگاڑا کے جدامجد شیخ الکل حضرت راشد روضہ دھنی کے نام سے منسوب ہے۔انگریز حکومت کی چیرہ دستیوں کے باعث پیر صبغۃ اللہ راشدی سجادہ نشین خانقاہ کو پھانسی دے دی گئی اور ان کے شہزادوں کو لندن بھیج دیا گیا۔حضرت مولانا تقدس علی خان کی انتھک کوششوں سے ہی اس روحانی مرکز کی نشاطِ ثانیہ عمل میں آئی۔آپ پر حضرت شیخ راشد کی خاص نظرِ عنایت تھی جو یہ کام آپ کے ذریعہ عمل میں آیا۔

آپ کا نسبی تعلق امامِ اہل سنت، مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ المنان کے عظیم خانوادہ سے تھا۔یوں تو آپ کا سلسلہ نسب اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سے مولانا کاظم علی خان پر ملتا ہے۔مولانا حافظ کاظم علی خان، اعلیٰ حضرت کے پَر دادا تھے۔

اعلیٰ حضرت کے دادا امام الفقہاء، مجاہد اعظم حضرت مولانا رضا علی خان کے بھائی رئیس الحکماء تقی علی خان (تلمیذ حکیم اجمل خان) آپ کے پَر دادا تھے۔آپ کے دادا کا نام حکیم ہادی علی خان تھا۔حکیم ہادی علی خان کے صاحبزادہ مولانا سردار ولی خان آپ کے والد گرامی ہیں، یوں رشتہ میں اعلیٰ حضرت کے بھتیجے ہوئے۔آپ کی والدہ ماجدہ کی خالہ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت کی زوجہ محترمہ تھیں۔اس لئے ایک طرح سے آپ اعلیٰ حضرت کے نواسے ہوئے۔سندھ میں آپ ''نواسۂ اعلیٰ حضرت'' کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ اور اعلیٰ حضرت کے آباؤ واجداد قندھار (افغانستان) کے قبیلہ بڑہیچ کے پٹھان (افغان) تھے۔محمد سعید اللہ خان جو عالی جاہ شجاعت جنگ بہادر کے لقب سے مشہور تھے۔قندھار سے محمد نادر شاہ کے ہمراہ لاہور تشریف لائے۔حکومتِ وقت نے شاہی

خاندان سے نسبت کی وجہ سے ''شش ہزاری'' منصب عطا کیا اور لاہور کا شیش محل آپ کی جاگیر میں دیا۔ ان کے صاجزادے سعادت یار خان وزیر مالیات تھے۔ ان کی دیانت داری کے سبب سلطان محمد شاہ نے ضلع بدایوں میں کئی مواضعات عطا کئے۔ ان کے صاجزادے مولانا محمد اعظم خان نے وزارت چھوڑ کر زہد وتقویٰ اختیار کرلیا۔ ان کے صاجزادے مولانا حافظ کاظم علی خان اعلیٰ حضرت کے پَردادا تھے۔ اس طرح آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے

حضرت مولانا تقدس علی خان بن مولانا سردار ولی خان بن حکیم محمد ہادی علی خان بن رئیس الحکماء تقی علی خان بن مولانا حافظ کاظم علی خان بن شاہ محمد اعظم خان بن محمد سعادت یار خان بن محمد سعید اللہ خان شجاعت جنگ بہادر۔

ولادت آپ کی ولادت 1325ھ (اگست 1907ء) میں بریلی شریف میں ہوئی۔ برادرِ اعلیٰ حضرت استاذِ زمن مولانا حسن رضا خان نے تاریخی نام ''تقدس علی خان'' عطا کیا۔ آپ کے تین بھائی، قطبِ لاہور مفتی اعجاز ولی (سابق شیخ الحدیث جامعہ نعمانیہ لاہور، خلیفہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمۃ) عبدالعلی خان، مقدس علی خان اور تین بہنیں تھیں۔ بھائیوں میں آپ سب سے بڑے تھے۔ آپ کے والداور والدہ ماجدہ آپ کے ساتھ پیر جو گوٹھ میں ہی مقیم تھے (1377ھ) 1957 میں والدہ ماجدہ وصال فرما گئیں۔ والدصاحب کا وصال (91-1390ھ) 1970 میں ہوا اور وہ حضرت کے مزار کے احاطہ میں ہی مدفون ہیں۔

تعلیم پانچ سال کی عمر میں قرآنِ مجید ختم کیا (1912ء-1330ھ)

آپ نے تعلیم شہرۂ آفاق مدرسہ عالیہ رامپور اور دارالعلوم منظر الاسلام بریلی میں حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا ظہور الحسن فاروقی مجددی رامپوری، مولانا نور الحسن فاروقی

مجددی رامپوری، مولانا رحم الٰہی، مولانا حسنین رضا خان ابن مولانا حسن رضا خاں بریلوی، صدر الشریعۃ حضرت مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہارِ شریعت اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان تھے۔ آپ نے درسیات کے علاوہ ردالمحتار کا مقدمہ بھی پڑھایا اور فتوی نویسی کی مشق بھی کرائی۔ 1345ھ میں آپ کی تعلیم مکمل ہوئی۔

بیعت ﴿ 1332ھ (14-1913ء) میں آپ سرکار اعلیٰ حضرت سے بیعت ہوئے۔ اس کتاب کے آخر میں شجرہ شریف اعلیٰ حضرت کے دستخط کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

1340ھ میں اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت کے وصال کے وقت آپ بریلی شریف میں ہی موجود تھے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک 15 سال تھی۔ تدفین کے معاملات میں خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ آپ علیہ الرحمہ بھی انتظامی امور میں شامل تھے۔

خلافت ﴿ آپ کو حضور حجۃ الاسلام سے چاروں سلاسل کی خلافت واجازت حاصل ہے۔

ازدواجی زندگی ﴿ 1342ھ (1923ء) میں آپ کی شادی حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان کی صاحبزادی سے ہوئی۔

خاندانی حالات ﴿ حضرت مولانا تقدس علی خان کی متعدد اولادیں ہوئیں مگر سب کا تقریباً بچپن میں ہی وصال ہوگیا۔ صاحبزادوں میں مصدق علی خان، محمد اختر حامد خان (جن کا بیس سال کی عمر میں وصال ہوگیا (1364ھ سے 1384ھ) اعجاز ولی خان، منور علی خان (1365ھ سے 1368ھ) اور صاحبزادیوں میں حلیمہ بی بی (1362ھ سے 1364ھ) کنیز ریحانہ، کنیز عذرہ اور کنیز فاطمہ تھے جن میں سے کوئی حیات نہیں۔

1970ء (91-1390ھ) میں شریکِ حیات وصال فرماگئیں۔ ان کی تدفین کراچی میں فردوس کالونی کے قبرستان میں ہوئی جہاں حضرت نعمانی میاں بھی مدفون ہیں۔

آپ حجۃ الاسلام کے بہت منظورِ نظر معتمد علیہ تھے۔اس لئے آپ حجۃ الاسلام کے ساتھ دارالعلوم منظرالاسلام بریلی کے نائب مہتمم بنے اور ''نائب صاحب'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ مفسرِاعظم ہند حضرت مولانا ابراہیم رضا خان (والد ماجد حضور تاج الشریعہ مولانا اختر رضا خان) اور نعمانی میاں مولانا حماد رضا خان آپ کے برادرِ نسبتی تھے۔اس لئے آپ خاندان میں ''پھوپھا صاحب'' کے نام سے مشہور تھے۔حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد خاندان میں سب سے معمر آپ ہی تھے۔اس لئے شیخ التفسیر حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی نے عرسِ اعلیٰ حضرت منعقدہ دارالعلوم امجدیہ میں اپنی تقریر میں آپ کی تعریف اس طرح کی ''بعداز رضا بزرگ توئی قصہ مختصر''

تدریسی اور دینی خدمات ﴿تدریس کا آغاز دارالعلوم منظرالاسلام بریلی شریف سے ہوا۔اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت سے بھی آپ کو شرفِ تلمذ حاصل تھا۔شرح جامی کا خطبہ آپ نے اعلیٰ حضرت سے پڑھا۔اس تلمذ کی برکات آپ کی ساری حیاتِ طیبہ میں جاری وساری رہیں۔محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد خان صاحب لائل پوری نے بھی آپ سے خطبہ شرح جامی پڑھا جس کی تاریخ ''تدریس تقدس علی'' سے 1348ھ (1929-30ء) نکلتی ہے۔اسی سال محدثِ اعظم کی دستار بندی آپ کے ہاتھوں ہوئی۔ 1351ھ (1930-32ء) میں مولانا عبدالغفور ہزاروی کی دستار بندی فرمائی۔اس کے علاوہ بہت سے جید علماء کرام کی دستار بندی آپ ہی کے ہاتھوں ہوئی۔

پاکستان میں قیام کے دوران بہت سارے علماء فراغت کے بعد آپ سے خطبہ شرح جامی پڑھنے آتے اور صرف ایک واسطے سے اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت سے شرفِ تلمذ حاصل کرتے۔

مولانا قربان علی سکندری نے ایک بار دریافت کیا کہ حضرت اُس وقت آپ کے پڑھانے

کی نوعیت کیا ہوتی تھی؟ فرمایا کہ میں دیگر اساتذہ کے مقابلے میں جونیئر تھا مگر ہر کتاب کے لئے اچھی طرح تیاری کر کے پڑھانے بیٹھتا تھا۔ ستر، اسی (70,80) طلباء درس میں ہوتے تھے، نظم وضبط مثالی ہوتا تھا، طلباء کاپیاں لے کر اہم باتیں نوٹ کرتے۔ ایک مرتبہ ایک استاد نے ایک شاگرد کو میرے خلاف تیار کیا وہ دورانِ درس مجھ سے بیجا اور غلط سوالات کر کے مجھے پریشان کرنے کی کوشش کرتا۔ ایک روز حضرت حجۃ الاسلام درس میں آکر بیٹھ گئے۔ اس لڑکے نے سوال کرنے شروع کئے اور میں جواب دیتا گیا۔ میرے ٹوکنے پر وہ بحث کرنے لگا اس پر حجۃ الاسلام نے ڈانٹتے ہوئے اس سے کہا کہ تیرا سوال ہی غلط ہے تب اس نے تسلیم کیا اور معافی مانگی۔ وہ تین سال تک پڑھتا رہا مگر کتاب نہ پڑھ سکا اور آخر مدرسہ چھوڑ کر چلا گیا۔

ایک مرتبہ شرح تہذیب کا ایک مقام سمجھ میں نہ آتا تھا، شروح دیکھیں مگر مطلب واضح نہ ہوا، کلاس کا وقت ہو گیا عبارت بھی پڑھ لی گئی اس وقت میں نے اپنے استاد کا تصور کیا اور مدد چاہی اور پڑھانا شروع کر دیا۔ آخر میں نے دیکھا تو سبق بھی پڑھا چکا تھا اور مطلب بھی اچھی طرح واضح ہو گیا۔

آپ جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن اور الہ آباد یونیورسٹی کے ممتحن بھی رہ چکے ہیں بلکہ الہ آباد یونیورسٹی میں علومِ شرعیہ کے امتحانات کا سلسلہ آپ کی کوششوں سے شروع ہوا۔ فرماتے ہیں کہ جب میں نے باقاعدہ امتحانات کا سلسلہ شروع کیا تو اگلے سال مختلف مدارس کے تین ہزار طلباء امتحان دینے حیدر آباد دکن آئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ نمازِ جمعہ کے لئے ایک بڑے باغ میں اہتمام کیا گیا۔ حاکمِ وقت نواب عثمان علی صاحب نظامِ دکن بھی نماز کے لئے وہاں آئے، لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر پوچھا کہ خلافِ معمول اس قدر زیادہ بھیڑ کیوں ہے؟ بتایا گیا کہ طلباء امتحان دینے آئے ہیں، پوچھا کہاں ٹھہرے ہیں؟ بتایا گیا مختلف مقامات پر۔ نظامِ

دکن نے اس وقت ایک یونیورسٹی اور ہاسٹل کی تعمیر کا حکم دیا۔ اس طرح حیدرآباد دکن یونیورسٹی وجود میں آئی۔

1362ھ میں حضرت مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد آپ دارالعلوم منظر الاسلام کے مہتمم مقرر ہوئے۔

1344ھ (1925ء) میں آپ نے مرادآباد سنی کانفرنس میں شرکت کی۔ تحریک پاکستان میں آپ نے بھرپور حصہ لیا، بریلی شریف اور مضافات میں تحریکی پروگرام ہوتے رہے یہاں تک کہ بریلی شریف میں آپ نے پاکستان کے حق میں جلوس بھی نکالا۔ بنارس سنی کانفرنس 1946ء میں آپ نے شرکت کی۔ آپ کے چھوٹے بھائی مفتی اعجاز ولی بھی آپ کے ساتھ شریک ہوئے۔ تحریک ختم نبوت میں آپ نے بھرپور حصہ لیا، سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک اجلاس کی صدارت کی، سنی کانفرنس ملتان کے مہمانِ خصوصی تھے۔ آپ جمعیت العلماء پاکستان پیر جوگوٹھ کے صدر بھی تھے، 1960ء میں بنیادی جمہوریت کے انتخاب میں کامیاب ہوئے اور چھ سال تک یونین کمیٹی کے چیئرمین رہے۔

1951ء میں حضرت پاکستان (کراچی) تشریف لائے۔ اس وقت آپ نے مختصر مدت کے لئے مختلف مضامین کی کتابوں کی تیاری سے متعلق کمیٹی میں خدمات انجام دیں۔ اس دوران آپ کی ملاقات مفتی صاحبداد خان جمالی سے ہوئی جو اس وقت سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی میں مفتی تھے اور ان سے مرادآباد سنی کانفرنس میں تعارف ہو چکا تھا، مفتی صاحب نے فرمایا کہ سندھ کا ایک عظیم خانوادہ پیران پگارہ تحریک آزادی میں مجاہدانہ سرگرمیوں کی پاداش میں فرنگیوں کے ستم کا خصوصی نشانہ بنا ہے، اُن کے لاکھوں مریدین کو سفاکانہ طور پر شہید کر دیا گیا ہے اور اُن کی درگاہ، حویلیوں اور فصیلوں کو بموں کے ذریعہ مسمار کیا گیا۔ مجاہد اعظم حضرت صبغۃ اللہ شاہ راشدی کو شہید کر کے اُن کی میت کو نامعلوم مقام پر دفن کر دیا گیا

ہے اور اُن کے دو صاحبزادوں کو لندن میں رکھا گیا ہے اور اُن کو جدید تعلیم دی جا رہی ہے۔ اب جبکہ پاکستان بن چکا ہے اور گدی بحال ہونے والی ہے میرا مشورہ ہے کہ آپ پیر جو گوٹھ چلے جائیں اور وہاں مستقل قیام کریں کیونکہ اس وقت آپ جیسی باعمل، پُر عزم اور تجربہ کار شخصیت کی وہاں اشد ضرورت ہے تاکہ وہابی اس گدی پر اپنا رسوخ نہ جما سکیں اور اہل سنت کی یہ گدی بچ جائے۔

1952ء (1372ھ) میں حضرت مع اہل وعیال پیر جو گوٹھ تشریف لے گئے اور آخر دم تک وہیں مقیم رہے۔ یہاں آتے ہی حضرت نے فقیر اللہ جتوئی اور حاجی فتح علی میمن اور حکیم خدا بخش کے تعاون سے شہر میں مدرسہ قادریہ کے نام درس جاری کیا جس میں چھوٹے بڑے لوگ تعلیم حاصل کرنے لگے۔ اس دور میں ایسے دور دراز مقام پر حضرت کا تشریف لے جانا بہت عجیب بات تھی۔ یہ دراصل دو روحانی مراکز کا حسین تعلق تھا جو حضرت کو پیر جو گوٹھ لے آیا حضرت کے توکل کا یہ عالم تھا کہ حضرت نے مشاہرہ کی کوئی بات نہ کی بلکہ حکیم صاحب نے اپنے مطب سے روزانہ دو روپے مقرر کرنے کی استدعا کی جو قبول کر لی۔

ابھی دربار کی رونقیں نہ لوٹی تھیں۔ پیر صاحب پگارا لندن میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے، مریدوں کی کثرت جیلوں میں تھی، چند فقراء دربار پر حاضر ہوئے، مولوی محمد صالح صاحب ان دنوں گدی کی بحالی کے لئے سرگرم تھے بالآخر سرکاری طور پر گدی بحال ہوگئی، پیر صاحب لندن سے واپس تشریف لے آئے۔

4 فروری 1952ء کو پیر صاحب کی تاج پوشی ہوئی۔ 5 مئی 1952ء کو جامعہ راشدیہ کا افتتاح ہوا۔ حضرت جامعہ راشدیہ منتقل ہوگئے اور صدر مدرس مقرر ہوئے۔ اس سے پہلے یہ ادارہ فقیر اللہ جتوئی کی مسجد میں قائم رہا، اس مسجد کی تعمیرِ نو مکمل ہوگئی ہے۔ حضرت کی معاونت کے لئے مولانا عبدالصمد کو لاڑکانہ سے بلایا گیا۔ اساتذہ کی مزید کمی کو پورا کرنے کے لئے

مفتیٔ سندھ مفتی صاحبداد خان کو حضرت کی کوششوں سے پیر جو گوٹھ میں لایا گیا۔ جامعہ راشدیہ اور دربار کی رونق میں اضافہ ہوتا گیا، طلباء کی تعداد بڑھنے لگی، آپ کو حضرت پیر پگارا کا اتالیق اور استاد بھی مقرر کر دیا گیا، اسی لئے آپ پیر جو گوٹھ میں "استاد سائیں" کے نام سے مشہور ہو گئے۔

پیر صاحب نے ایک بار فرمایا کہ آپ ایک پیر کی تعلیم کا اہتمام کر کے ہزاروں لاکھوں لوگوں کی تعلیم سے فارغ ہو سکتے ہیں۔ دونوں حضرات کے درمیان باہمی تعلقات اور بے تکلفی میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ حضرت پیر سائیں نے آپ سے وعدہ لیا کہ آپ وعدہ کریں مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ حضرت نے فرمایا آپ نے نہ چھوڑا تو فقیر بھی چھوڑ کر کہیں نہیں جائیگا۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ ہم آپ کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت کو کراچی اور دیگر مقامات سے پُر کشش پیشکش ہوئی مگر حضرت نے تمام عمر جامعہ راشدیہ کے لئے وقف کر دی۔ اوروں کے مشاہرے حضرت کی صوابدید اور ایماء سے طے ہوتے اور اضافے بھی ہوتے مگر حضرت نے اپنے لئے اشارۃً یا کنایۃً بھی کچھ نہ فرمایا۔ جب کسی مسئلے میں پیر صاحب سے بات کرنی ہوتی اور کام مشکل ہوتا تو حضرت ہی کی خدمات کام آتیں، اس لئے اساتذہ آپ کو "**حل المشکلات** "کہتے تھے حضرت فرماتے ہیں کہ میں جب پیر صاحب سے ملاقات کرتا تو پہلے دلچسپ باتوں سے ان کا موڈ درست کرتا اس کے بعد جو مسئلہ ہوتا در پیش کر دیتا۔ پیر صاحب فوراً مان جاتے۔

آپ کے استغناء کا یہ عالم تھا کہ حضرت پیر صاحب قبلہ کی طرف سے گرانقدر تحائف بھی پیش ہوتے مگر حضرت فرماتے کہ میں فقیر آدمی ہوں مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ ایک مرتبہ پیر سائیں نے ایک بھینس حضرت کو پیش کرنے کا حکم دیا، حضرت نے فرمایا کہ میں بھینس رکھ کر کیا کروں گا، آپ نے عنایت کی اور میں نے قبول کر لیا۔ لنگر سے سیر بھر دودھ روزانہ کافی

ہے۔سیر بھر دودھ کا سلسلہ آخر تک حضرت نے باقی رکھا۔

حضرت پیر صاحب قبلہ کے یہاں ہر طبقہ کے لوگ آیا کرتے تھے۔ان میں سے ایک صاحب پیر صاحب قبلہ کو اپنی ولایت کا تاثر دے رہے تھے اور اتفاق یہ کہ حضرت شیخ الحدیث بھی اس وقت موجود تھے۔حضرت پیر سائیں نے استاد محترم سے استفسار کیا استاذ جی آپ کیا فرماتے ہیں یہ شخص واقعی ولی ہے یا نہیں؟ حضرت علیہ الرحمۃ نے فی الفور فرمایا حضور! ''مجھ سمیت'' آپ کے پاس جو بھی چل کر آئے وہ ولی نہیں ہے، ولی تو وہ ہے جس کے پاس آپ تشریف لے جائیں۔بالفاظِ دیگر حضرت شیخ الحدیث کا مقصد یہ تھا آپ کے ہاں جو صاحبِ غرض آتے ہیں ظاہر ہے استغنا سے خالی ہیں لہٰذا ولی نہیں۔ولی صاحبِ غرض نہیں ہوتا غرض کے لئے جبہ سائی نہیں کرتا، ولی کی عظمت اور پہچان کا ایک سادہ اور سہل طریقہ اس سے زیادہ کیا ہوسکتا ہے۔

ایک مرتبہ چند وہابی پیر صاحب کے پاس آئے ،حضرت کو بھی بلایا گیا۔سنی اور وہابی فرق کا مسئلہ آیا تو حضرت نے پیر صاحب سے فرمایا کہ آپ یہ فرق اس طرح سمجھ لیں کہ سنی مشائخ اور بزرگوں کے قبے بناتے ہیں اور وہابی ان کو گراتے ہیں۔پیر صاحب کو اس جواب سے بہت اطمینان ہوا اور وہ وہابی خاموش اور حیرت زدہ رہ گئے۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ عام علماء سے بہت ہی مختلف تھے۔ ہر حال میں صابر وشاکر رہنا آپ کا طرّہ امتیاز تھا۔اپنی شرافت وعزتِ نفس کے تحفظ کا یہ عالم تھا کہ آپ نے پوری زندگی اپنا مسئلہ کسی سے بیان تک کرنا بھی گوارا نہ کیا۔

حضرت علیہ الرحمۃ کا اپنے معمولاتِ شریفہ پر استقامت کا عجیب عالم تھا۔سفر وحضر میں تہجد، کلامِ پاک کی تلاوت ، دلائل الخیرات شریف اور دیگر ادعیۂ ماثورہ کو بلاناغہ جاری رکھا۔حضرت کے لب پر چلتے پھرتے یہی وظیفہ ہوتا ''الٰہی خیر گردانی بحق شاہ جیلانی''

پیر جو گوٹھ میں حافظ امتیاز صاحب اپنی تعلیم کے بعد حضرت کی خدمت پر مامور تھے۔ وہ بھی حضرت سے بہت محبت کرتے تھے اور حضرت کے مزاج کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ کراچی میں حضرت کے غدود کے آپریشن کے دنوں میں ہسپتال میں حضرت نے حافظ امتیاز سے فرمایا کہ اب کے پیر جو گوٹھ جائیں گے تو تمہاری شادی کا انتظام کریں گے حالانکہ حافظ صاحب کا شادی کا کوئی پروگرام نہ تھا اور نہ ہی والدین نے کوئی ذکر کیا تھا۔ حافظ صاحب گاؤں گئے تو والد صاحب نے بتایا کہ تمہاری شادی طے کردی ہے اور تاریخ بھی مقرر کردی ہے۔

حضرت کی دینی عظمت اور علمیت کو ان کے فقیرانہ ڈھنگ نے ڈھانپے رکھا۔ وہ چھوٹے بڑے سے شفقت فرماتے اور بے تکلفانہ بات کرتے، کبھی بڑے پن کا احساس ہی ہونے نہ دیا، لوگوں سے گھل مل جاتے اور کوئی بھی آپ کی محفل میں اکتاہٹ محسوس نہ کرتا، گھنٹوں پتہ نہ چلتا اسی لئے کراچی تشریف لاتے تو احباب پہنچ جاتے اور محفل گرم ہوتی اور لوگ حضرت کو گھیر لیتے۔

ایک روز بھائی حنیف اللہ والا کی والدہ کے گھر حضرت کی دعوت تھی۔ مکان چوتھی منزل پر تھا، اوپر پہنچتے ہوئے حضرت کی سانس اُکھڑ گئی، حضرت نے ہنس کر کہا ''یہ دعوت ہے یا عداوت'' آپ علیہ الرحمہ کی محفل کی کشش اور روحانیت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ حاضری دینے والا ہمیشہ متمنی رہتا کہ زیادہ سے زیادہ آپ کی صحبت سے فائدہ اُٹھائے۔ مدرسے کے اساتذہ شام کو حضرت کے پاس پہنچ جاتے اور حضرت کے ساتھ کچھ دیر گفتگو کا شرف حاصل کرتے، حالانکہ چار پانچ گھنٹے مدرسے میں ساتھ گزر چکے ہوتے۔ آپ جس محفل میں ہوتے جانِ محفل ہوتے، اعلام واسماء میں نئے نئے معنی پیدا کرنا، علمی معنویت کے ساتھ مذاق ومزاح کا رنگ پیدا کرنا آپ کا طرہِ امتیاز تھا۔

بقول حضرت علامہ قاری محبوب رضا خان علیہ الرحمہ ''دہرے بدن کے چھوٹا قد، گھنی داڑھی، بڑا سر، گول گردن، جلدی جلدی معصومانہ انداز میں گفتگو فرماتے، مسکراتا ہوا چہرہ، گندمی رنگ، نیچی نظریں، نہایت ذہین، روشن آنکھیں، قوی الحافظہ، متین، حلیم الطبع، چھوٹوں پر شفیق، دوستوں کے رفیق، بزرگوں کی خدمت میں نہایت متواضع، منکسر المزاج، اخلاقِ مجسم، دوستوں کی محفل میں بذلہ سنج عادتاً مرنجا مرنج، پروقار، بردبار، سادہ لوح، عفوودرگزر کے عادی، بہترین انسان، اُن کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے ایک مرتبہ اُن کی بذلہ سنجی سے متاثر ہوکر عرض کیا

تو بھولنے کی چیز نہیں ہے یہ یاد رکھ　　　دل سے ترا خیال بھلایا نہ جائے گا

مسکرا کر فرمانے لگے آپ دوستوں سے یہی امید ہے۔ مسلک میں نہایت پختہ اور وظائف کے شاغل نہایت متبع سنت، حجۃ الاسلام حضرت مولانا الشاہ حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ کے نہایت معتمد علیہ، منظر اسلام کے مشہور مہتمم، نہایت عمدہ منتظم، بزرگوں کی یادگار، سراپا عجز وانکسار، غریب نواز وغمگسار، نہایت ملنسار، یاروں کے یار، عقل تیز طرار، نرم گفتار، پختہ کردار، میدانِ تدریس کے شہسوار۔ حضرت سادگی کا مجسمہ تھے، صبر وقناعت اور توکل علی اللہ کا ایک ایسا نمونہ تھے کہ اُن کو دیکھ کر اسلافِ کرام کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ بڑے سے بڑے غم کو ہنس کر برداشت کرتے تھے، اُن کے چہرے پر ایک مخصوص تبسم جو ہر وقت رہتی تھی، معصومیت اور محبت کا ایک نور تھا جو ہر وقت جھلکتا رہتا تھا اور جو غمزدہ دلوں کے لئے وجہ تسکین تھا''

حضرت پیر جو گوٹھ کے لوگوں سے محبت فرماتے اور وہ لوگ بھی حضرت کے گرویدہ تھے۔ حضرت ان کے دکھ درد میں ہمہ وقت شریک رہتے۔ حضرت کے گھر پر تعویذ کے لئے مرد و خواتین کا سلسلہ جاری رہتا۔ حضرت ہر طرح ان کی دلجوئی فرماتے، ان کے مسائل حل

فرماتے یہاں تک کہ مالی اعانت بھی فرماتے۔ پیر جو گوٹھ میں حضرت کے مرید بھی تھے۔ آپ نے انتقال کے بعد بھی ان کی جدائی گوارا نہ فرمائی بلکہ انتقال سے قبل حافظ امتیاز کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے اور خاندانی احاطہ قبور جہاں حضرت والد ماجد اور اولاد مدفون ہیں وہاں جگہ کا اشارہ فرمادیا کہ میری تدفین یہاں کرنا۔

حضرت نے اپنی جیبِ خاص سے جگہ خرید فرما کر "مسجد رضا" بنائی اور مسجد کے ساتھ دکانیں بھی بنائیں کہ کرایہ سے مسجد کا خرچ چلتا رہے۔ پیر جو گوٹھ کے بازار میں اب بھی وہ مسجد موجود ہے، اب اس مسجد کو از سر نو تعمیر کیا گیا ہے۔ بہت سی سنی تنظیموں کے سرپرست تھے۔ ان کی رہنمائی فرماتے، حوصلہ افزائی فرماتے صرف زبانی ہی نہیں بلکہ مالی معاونت بھی فرماتے۔ ان میں قابلِ ذکر ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا اور مرکزی مجلسِ رضا لاہور بھی شامل ہیں۔ لاہور کی نوری مسجد میں سالانہ یومِ رضا کے موقع پر شرکت فرماتے۔ لاہور کی مسجد رضا کے مالی معاونین کے صف اول میں تھے۔

آپ کی بعض قلمی تصانیف ہندوستان میں رہ گئیں پاکستان آنے کے بعد آپ نے بعض کتب کے تراجم بھی کیے جس میں مکاشفۃ القلوب (امام غزالی علیہ الرحمہ) کا ترجمہ بے حد مقبول ہوا۔

سفر طیبہ 1945ء میں آپ زیارتِ حرمین شریفین کے لئے حج کے موقع پر تشریف لے گئے۔ جب حضرت کے جانے کا وقت ہونے لگا تو افضل خان اور ان کی زوجہ (بریلی شریف سے ان کا تعلق تھا) نے کہا کہ ہم بھی جانا چاہتے ہیں، ان دنوں ویزہ نہیں ہوتا تھا صرف بحری جہاز پر نشست ملنے کا مسئلہ تھا۔ حضرت نے کوشش کی کہ ان دونوں کو بھی جہاز میں نشست مل جائے مگر نشست نہ مل سکی۔ حضرت نے ایک پرچی پر دونوں کا نام لکھ کر جہازی کمپنی کے ذمہ دار افسر کو دے دی کہ آپ صرف یہ پرچی اپنی جیب میں رکھ لیں۔

افضل خان اوران کی زوجہ نے بہت ضد کی کہ ہم ضرور آئیں گےاور یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ ہمیں لے جائیں ۔حضرت نے پوچھا کہ کیا پکاارادہ ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ اگر ہمیں نشست نہ ملی تو ہم سمندر میں چھلانگ لگا دیں گے اور ہمیں پہنچانا آپ کی ذمہ داری ہوگی۔جب حضرت جہاز میں سوار ہوگئے اورسیٹی بج گئی تو اچانک جہاز کی کمپنی کی طرف سے اعلان ہوا کہ افضل خان اوران کی زوجہ اگر موجود ہیں تو فوراً جہاز میں سوار ہوجائیں، دونوں سوار ہوگئے ۔دراصل آخری وقت میں معلوم ہوا کہ دومسافر پروگرام کے مطابق نہیں پہنچ سکے اوران کی نشستیں خالی رہ گئیں۔اس طرح افضل خان اوران کی زوجہ حج کے لئے چلے گئے اور وہیں مدینہ شریف میں مقیم ہوگئے پھرکبھی وطن لوٹ کرنہیں آئے۔ 1982ء میں راقم الحروف کوحضرت کے ساتھ افضل خان کے گھر دعوت کھانے کا موقع ملا۔افضل خان کا انتقال مدینہ طیبہ میں ہوااور بقیع شریف میں دفن ہوئے۔

پہلے حج سے واپسی پر(1945ء)دارالعلوم منظرالاسلام میں شاندار جلسۂ تہنیت کا انعقاد ہوا۔اس موقع پر آپ کے شاگرد حضرت مولانا ابراہیم خوشتر صدیقی رضوی جو اس وقت طالب علم تھے اُنہوں نے قطعہ پڑھا

جھولیاں نعمتِ دارین سے بھر کر اپنی　　پھر وطن کو مرے مخدوم و مکرم آئے
شاد و مسرور ہیں کس درجہ وہ اللہ اللہ　　کتنے انعام خدا جانے وہاں سے پائے
ہوئی تاریخ یہ خوشتر زسرِ کیف دوام　　"دل کو پرنور تجلی سے بنا کر لائے"
(1945ء)

آپ نے دوسرا سفر حج 1969 میں کیا۔اس سفر میں حضرت مولانا ابراہیم خوشتر صدیقی صاحب مع اپنے اہل وعیال حضرت کے ہمرکابِ سفر تھے۔

حرمین شریفین کی حاضری کے ایام میں آپ کے معمولات خلافِ معمول کافی بڑھ جاتے تھے

تلاوت، صلوٰۃ وسلام کی کثرت، احباب وخدام اور درخواست کرنے والوں کے لئے فرداً فرداً خصوصی دعا فرماتے۔

حضرت سے کوئی عرض کرتا کہ میرا سلام دربارِ نبوی میں عرض کیجئے گا تو حضرت اس کا نام ڈائری میں نوٹ کرتے اور دربارِ نبوی شریف کی حاضری میں ڈائری کھول کر سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں فرداً فرداً ہر ایک کا سلام پیش کرتے۔ ہر شہر کے لوگوں کا نام الگ الگ صفحہ پر ہوتا۔ حضرت علیہ الرحمۃ ہر آنے والے کے ساتھ بڑی شفقت ومحبت فرمایا کرتے۔

حضرت نے تین حج فرمائے اور 1395ھ/1975ء سے ہر سال رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ کی حاضری اور عمرے کے لئے تشریف لے جاتے۔ اس سفر میں تقریباً ہر سال جناب حاجی عبداللطیف آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ حضرت کا معمول تھا کہ مدینہ پاک میں بھائی حنیف اللہ والا کے مکان پر واقع شارع رومیہ (اب یہ جگہ حرم نبوی شریف میں شامل ہو چکی) میں قیام فرماتے۔ یہ مکان قطبِ مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مکان سے بہت قریب تھا۔ حضرت قطبِ مدینہ کے بے حد اصرار پر سحری اور افطار کے لئے حضرت کے یہاں تشریف لے جاتے۔ حضرت کے وصال کے بعد حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی علیہ الرحمۃ کی موجودگی میں یہ سلسلہ جاری رہا اور آپ طعام کے لئے وہیں تشریف لے جاتے۔

حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب علیہ الرحمۃ آپ سے محبت فرماتے تھے۔ ایک سال رمضان شریف کے اختتام پر آپ نے پاکستان جانے کی اجازت طلب کی تو حضرت نے فرمایا کہ کیا کریں گے جا کر کچھ دن اور رک جایئے۔ قبلہ شیخ الحدیث نے فرمایا کہ طلبہ کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہونے والا ہے اس لئے جانا ضروری ہے۔ حضرت نے فرمایا ''اچھا جایئے

حضرت جب کراچی آئے تو ایک مہینے تک بیمار رہے اور شدید بخار ہوگیا اور تعلیم کا سلسلہ شروع ہونے میں تاخیر ہوگئی۔ دوسرے سال جب اجازت کا موقع آیا تو قبلہ شیخ الحدیث نے فرمایا کہ حضرت دل سے اجازت دے دیجئے پچھلے سال آپ نے فرمایا تھا" اچھا جایئے "تو ایک مہینے تک بیمار ہو گیا تھا۔

قیامِ پاکستان کے وقت (1367ھ، 1947ء) آپ کو نظام حیدرآباد کی طرف سے زیارت بغداد شریف وکربلا معلیٰ ونجف اشرف بھیجا گیا۔ وہاں آپ سجادہ نشین دربارِ غوثیہ نقیب الاشراف سیدنا شیخ ابراہیم جیلانی علیہ الرحمۃ کے مہمان رہے۔ ان دنوں بھارت کی فوجیں ابھی حیدرآباد دکن میں داخل نہیں ہوئی تھیں۔ حضرت مولانا تقدس علی خان صاحب نے شیخ ابراہیم سے درخواست کی کہ آپ جب دربارِ غوثِ پاک میں اپنے معمول کے مطابق قدم شریف میں ختم قرآن شریف فرماتے ہیں اور دعا کرتے ہیں تو دعا فرمایئے کہ حیدرآباد دکن پاکستان میں شامل ہوجائے اور بھارت اس پر قبضہ کرنے میں ناکام ہوجائے۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ دعا کرونگا۔ جب حضرت گئے تو یہ دعا کرنا بھول گئے دوبارہ اور سہ بار درخواست کی گئی پھر بھول گئے، آخر فرمایا کہ "مولانا میں بھلا دیا جاتا ہوں" اس طرح یہ دعا نہ ہوسکی اور سقوطِ حیدرآباد وقوع پذیر ہوا۔

اس سال حضرت نے سرکارِ غوث پاک کے دروازہ "باب الشیخ" پر لکھی ہوئی ایک رباعی جو حضورغوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے۔ حضرت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کو بھول گئے مگر پہلا مصرعہ یاد تھا، حضرت نے بہت ڈھونڈھا مگر کسی کتاب میں نہیں ملی۔ فقیر جب 1985ء میں بغداد شریف میں حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا وہ ضرور لکھ کر لانا میں بھول گیا۔ 1986ء میں جب دوبارہ حاضری ہوئی تو حضرت نے پھر یاد دلایا اس بار میں لکھ کر لایا، رباعی یہ ہے

قف علی بابنا عند الضیق المناهج تفز بعلی القدر من ذی المعارج

الم تر ان اللّٰہ اسبغ نعمته علینا وولانا قضا الحوائج

سفرآخرت ﴿ حضرت شیخ الحدیث آخری رمضان المبارک تک عمرے پر تشریف لے جاتے رہے لیکن آخری سال وقت سے پہلے ہی حضرت کا بلاوہ آ گیا اور آپ نے ربیع الاول شریف میں مدینہ طیبہ اور بغداد شریف کی حاضری کا پروگرام بنایا۔ اس سفر میں فقیر ہدایت اللہ مہر اور راقم الحروف آپ کے ساتھ تھے۔ پہلی ربیع الاول شریف 1408ھ (اکتوبر 1987ء) روانگی ہوئی۔ مدینہ طیبہ ہی میں 12 ربیع الاول کا دن گزارا۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے درخواست کی کہ ان کے صاحبزادے ڈاکٹر رضوان (حالیہ سجادہ نشین) صاحب ریاض کی یونیورسٹی میں پڑھاتے ہیں وہاں کچھ اساتذہ ان سے بغض رکھتے ہیں اس لئے کچھ پریشان رہتے ہیں آپ تعویذ لکھ دیجئے۔ حضرت نے تعویذ لکھا جو بہت محنت سے تیار کیا اور تقریباً دو گھنٹے اس کی تیاری میں لگے۔ اس کے بعد میری درخواست پر آپ نے مزید تین تعویذ لکھے ایک مولانا ابوالقاسم صاحب، صوفی اقبال صاحب اور میں نے لے لئے جواب تک محفوظ ہیں۔

حضرت کے اس سفر میں کچھ لوگوں کے لئے خلافت نامہ بھی تحریر کیا گیا۔ ان میں مولانا ابوالقاسم و مولانا عباس (مدینہ منورہ) وغیرہ شامل ہیں۔ اس سفر میں مولانا ابوالقاسم اور میں نے ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر حضرت سے شرح جامی کا خطبہ پڑھا۔ الحمد للہ

حضرت کا معمول تھا جب بھی مدینہ طیبہ سے پاکستان روانہ ہوتے تو الوداع نہ کہتے بلکہ اجازت طلب کرتے اور فرماتے کہ مجھے تو دوبارہ آنا ہے۔ اس آخری سفر میں کچھ معاملات ایسے ہوئے کہ احرام باندھ کر روضۂ رسول پر الوداعی حاضری ہوئی جب جانے لگے تو فرمایا کہ مولانا فضل الرحمٰن کو الوداع نہ کہیں گے تا کہ دوبارہ حاضری ہو اور ہم لوگ جدہ آ گئے۔

عراق ائیرویز سے بغداد شریف روانگی کے وقت جب جدہ ائیر پورٹ پہنچے تو حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب علیہ الرحمۃ جدہ ائیر پورٹ پر خاص حضرت کو الوداع کرنے تشریف لائے ہوئے تھے۔

بغداد شریف حضور غوثِ پاک کے دربار میں سجادہ نشین حضرت سید یوسف گیلانی علیہ الرحمہ نے آپ کا استقبال کیا اور قیام کے لئے خاص کمرہ عنایت فرمایا اور اپنی جیب سے دینار نکال کر خادم کو دیئے کہ حضرت کے طعام کا خاص خیال رکھنا۔ دربار شریف کے خادم بابا فقیر محمد (حالیہ خادم احمد خان کے والد) سے حضرت نے فرمایا کہ چالیس سال پہلے حاضری ہوئی تھی اب یہ دوسری حاضری ہے تو بابا فقیر محمد نے فرمایا کہ گویا اب آپ الوداع کہنے آئے ہیں اس پر حضرت کچھ پریشان سے ہوئے۔

کربلا معلیٰ و کوفہ و نجف اشرف حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ سلمان پاک میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر بھی حضرت تشریف لے گئے۔ بغداد شریف میں امام ابوحنیفہ، حضرت امام موسیٰ کاظم، حضرت سیدنا معروف کرخی، سیدنا سری سقطی، سیدنا جنید بغدادی، امام غزالی، سیدنا ابوبکر شبلی، سیدنا احمد نوری، سیدنا منصور حلاج و شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات پر حاضری ہوئی۔

جب روانگی کا وقت آیا تو حضرت نے فرمایا کہ الوداع نہ کہیں گے اور ایئر پورٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ ایئر پورٹ پہنچ کر معلوم ہوا کہ فلائٹ منسوخ ہوگئی ہے اور دوسرے دن روانہ ہوگی۔ پھر دربار شریف میں اپنے کمرے میں تشریف لے آئے اور دوسرے روز آخری الوداعی حاضری ہوئی۔ بغداد شریف ایئر پورٹ پہنچے حضرت کچھ بے چینی محسوس فرمارہے تھے۔ جب کراچی ایئر پورٹ پہنچے تو مفتی محمد رحیم صاحب موجود تھے۔ اُنہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کوئی خاص بات ہے۔ میں نے کہا کہ اب حضرت شاید زیادہ دن ہمارے درمیان نہ

رہیں۔اس کے بعد تقریباً تین مہینے بعد حضرت وصال فرما گئے۔

اس سفر سے پہلے حضرت کا غدود کا آپریشن ہو چکا تھا۔سفر میں کوئی تکلیف نہ ہوئی۔کمزوری محسوس فرماتے لیکن سفر میں حضرت نے کبھی نہ فرمایا کہ میں تھک گیا ہوں۔جس مزار کی حاضری کے لئے عرض کرتا حضرت تشریف لیجاتے۔کراچی واپسی کے بعد آپ پیر جو گوٹھ تشریف لے گئے اور کچھ طبیعت خراب رہنے لگی۔پھر حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ کے عرس پر کراچی تشریف لائے تو آپ کافی کمزور ہو چکے تھے۔اسٹیشن سے میرے فقیر خانے پر تشریف لائے رات کو حضرت نے کچھ ضروری باتیں فرمائیں۔ایسا لگتا تھا کہ وصیت فرما رہے ہیں، کچھ لوگوں کے پاس حضرت نے امانتیں رکھی تھیں ان کا ذکر فرمایا۔دوسرے روز بھائی شفیع قادری صاحب کے یہاں تشریف لے گئے اس کے بعد پیر جو گوٹھ تشریف لے گئے اور طبیعت اور خراب ہوگئی۔

وصال سے ایک دو روز قبل ہمشیرہ پیر جو گوٹھ تشریف لے گئیں۔وصال کے روز اچانک صبح سات بجے حضرت نے فون کیا کہ میں کراچی آ گیا ہوں فوراً آ جاؤ۔میں نے بھائی حنیف اللہ والا کو فون کیا اور فوراً حضرت کی ہمشیرہ کے گھر واقع نرسری پہنچا۔بھائی حنیف و حاجی عبدالغفار پردیسی بھی پہنچ گئے۔حضرت نے ایسی طبیعت کے باوجود چائے پلائی۔میں نے ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب سے رابطہ کیا اُنہوں نے کہا کہ حضرت کو لے کر سول اسپتال پہنچ جائیں میں وہیں آ رہا ہوں۔ہم فوراً سول اسپتال میں گردہ وارڈ پہنچے حضرت خود چل کر تشریف لے گئے۔گردہ وارڈ میں حضرت کو اسٹریچر پر ڈال کر فوراً دل کے وارڈ میں منتقل کر دیا گیا۔

حضرت نے اسپتال پہنچنے پر چوتھے کلمے کا ورد شروع کیا اور مجھ سے فرمایا کہ تم بھی پڑھتے رہو۔طبیعت مزید خراب ہوتی رہی اور حضرت کا ورد مسلسل جاری تھا۔حضرت نے اپنے

ہاتھ میں میرا ہاتھ لیا اور مسلسل دو گھنٹے پڑھتے رہے۔ سانس اُکھڑنے لگی، پونے بارہ بجے صبح حضرت کو آبِ زم زم اور مدینہ شریف کی کھجور دی گئی۔ بارہ بجے میں نے حافظ امتیاز سے عرض کیا یٰسین شریف پڑھئے۔ 12:10 پر جیسے ہی یٰسین شریف ختم ہوئی حضرت اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ ۱۴۰۸ھ رجب کی ۳ تاریخ تھی (22 فروری 1988ء) حضرت کے وصال کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی۔ حضرت کے جسد اقدس کو نرسری لے جایا گیا اور طے پایا کہ پیر جو گوٹھ میں تدفین ہوگی۔ آرام باغ مسجد میں مغرب کے بعد نمازِ جنازہ حضرت مولانا وقار الدین علیہ الرحمہ نے پڑھائی۔ لوگوں کا سمندر تھا جو حضرت کے دیدار کے لئے اُمڈ آیا تھا حضرت علیہ الرحمۃ کو ''المصطفیٰ'' کی ایمبولینس میں رکھا گیا اور لوگ بسوں میں سوار ہوئے۔ یہ قافلہ رات بھر سفر کرتے ہوئے صبح پیر جو گوٹھ پہنچ گیا۔

صبح دس بجے مفتی محمد رحیم سکندری صاحب نے پھر نمازِ جنازہ درگاہ شریف میں پڑھائی۔ قبرستان میں جہاں حضرت نے وصیت فرمائی تھی وہیں تدفین ہوئی۔ اب ہر سال حضرت کے عرس پر 3 رجب کو حاضری کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ ہر سال لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

تلامذہ

(۱) مولانا رجب علی، مفتی نان پارہ اسٹیٹ انڈیا

(۲) مولانا اشفاق حسین نعیمی، مفتی جودھ پور انڈیا

(۳) مولانا مفتی اعجاز ولی خان علیہ الرحمۃ، سابق شیخ الحدیث جامعہ نعمانیہ لاہور

(۴) مولانا ابراہیم خوشتر صدیقی علیہ الرحمہ

(۵) مولانا مفتی محمد رحیم سکندری، ناظم اعلیٰ جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ

(۶) مفتی عبدالرحیم، مدرس مدرسہ شاہ پور چاکر

(۷) مولانا مفتی درمحمد، شیخ الحدیث مدرسہ صبغۃ الاسلام سانگھڑ

(۸) مولانا مفتی عبدالحمید آنولوی، خطیب جامع مسجد نواب شاہ

خلفاء

(۱) مولانا اطہر نعیمی صاحب

(۲) جناب شمس بریلوی صاحب

(۳) مولانا سید ریاست علی قادری

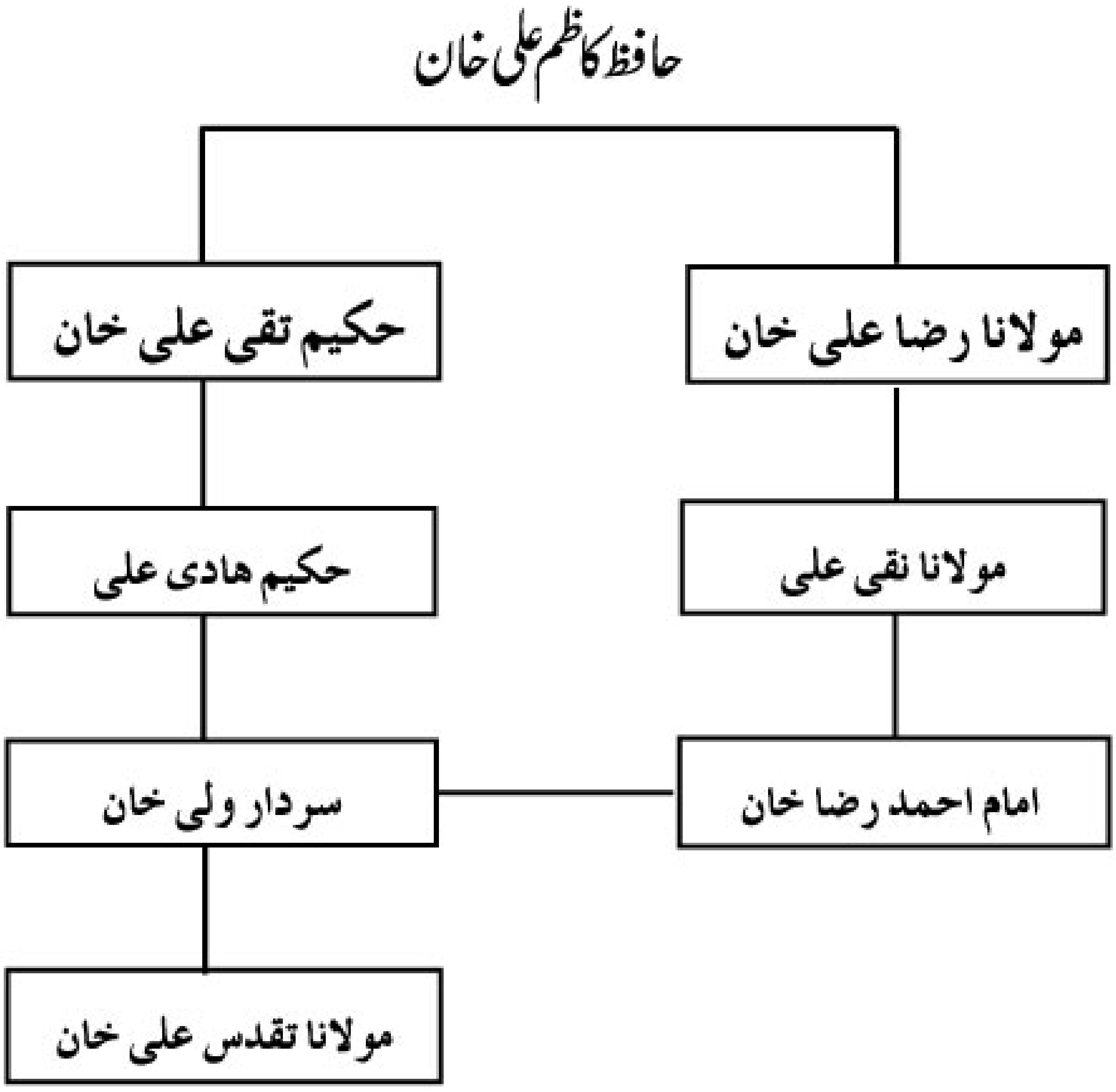
(۴) مولانا وجاہت رسول صاحب

(۵) جناب شفیع قادری صاحب

(۶) مولانا ابوالقاسم

(۷) مولانا عباس صاحب (مدینہ منورہ) وغیرہ

﴿حضرت علامہ مولانا تقدس علی خان علیہ الرحمہ کا
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے نسبی تعلق﴾



مشائخ

و

اساتذہ کرام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

آسمانِ علم وحکمت کا درخشاں آفتاب، گلستانِ طریقت ومعرفت کا شاداب پھول، علمِ ظاہر کا جاہ وجلال اورعلمِ باطن کی مثال ''امام احمد رضا'' آپ کے حق نگار قلم نے کروڑوں مسلمانوں کو کفر وگمراہی سے محفوظ کرلیا۔جس کے حسنات وبرکات سے دنیائے اسلام مالا مال ہورہی ہے۔آپ کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے کئی ایسی زندگیاں درکار ہیں اور ایسی قد آور شخصیت کی دینی وقلمی خدمات کا حق ادا کرنے سے زبان وقلم عاجز ہیں اس لئے صرف آپ کے ماہ وسال پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

امام احمد رضا کے ماہ وسال

(۱) ولادت باسعادت	۱۰ شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ، ۱۴ جون ۱۸۵۶ء
(۲) ختمِ قرآنِ کریم	۱۲۷۶ھ، ۱۸۶۰ء
(۳) پہلی تقریر	ربیع الاول ۱۲۷۸ھ، ۱۸۶۱ء
(۴) پہلی عربی تصنیف	۱۲۸۵ھ، ۱۸۶۸ء
(۵) دستارِ فضیلت	شعبان ۱۲۸۶ھ، ۱۸۶۹ء (بعمر تیرہ سال، دس ماہ، پانچ دن)
(۶) آغازِ فتوی نویسی	۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ، ۱۸۶۹ء
(۷) آغاز درس وتدریس	۱۲۸۶ھ، ۱۸۶۹ء
(۸) ازدواجی زندگی	۱۲۹۱ھ، ۱۸۷۴ء
(۹) فرزندِ اکبر مولانا محمد حامد رضا خاں کی ولادت	ربیع الاول ۱۲۹۲ھ، ۱۸۷۵ء

(۱۰) فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت ۱۲۹۳ھ، ۱۸۷۶ء

(۱۱) بیعت وخلافت ۱۲۹۴ھ، ۱۸۷۷ء

(۱۲) پہلی اردو تصنیف ۱۲۹۴ھ، ۱۸۷۷ء

(۱۳) پہلا حج اور زیارتِ حرمین شریفین ۱۲۹۵ھ، ۱۸۷۸ء

(۱۴) شیخ احمد بن زید بن دحلان مکی سے اجازتِ حدیث

۱۲۹۵ھ، ۱۸۷۸ء

(۱۵) مفتی مکہ شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی سے اجازتِ حدیث

۱۲۹۵ھ، ۱۸۷۸ء

(۱۶) شیخ عابد سندھی کے تلمیذ رشید امام کعبہ شیخ حسین بن صالح جمل اللیل سے اجازتِ حدیث ۱۲۹۵ھ، ۱۸۷۸ء

(۱۷) امام احمد رضا کی پیشانی میں شیخ موصوف کا مشاہدۂ انوارِ الٰہیہ

۱۲۹۵ھ، ۱۸۷۸ء

(۱۸) مسجد خیف (مکہ معظّمہ) میں بشارتِ مغفرت

۱۲۹۵ھ، ۱۸۷۸ء

(۱۹) زمانہ حال کے یہود ونصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کے عدم جواز کا فتویٰ

۱۲۹۸ھ، ۱۸۸۱ء

(۲۰) تحریکِ ترکِ گاؤکشی کے سدِّ باب ۱۲۹۸ھ، ۱۸۸۱ء

(۲۱) پہلی فارسی تصنیف ۱۲۹۹ھ، ۱۸۸۲ء

(۲۲) اردو شاعری کا سنگھار قصیدۂ معراجیہ کی تصنیف

قبل ۱۳۰۳ھ، ۱۸۸۵ء

(۲۳) فرزندِ اصغر مفتیِ اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں کی ولادت
۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ؍۱۸۹۲ء

(۲۴) ندوۃ العلماء کے جلسۂ تاسیس (کانپور) میں شرکت
۱۳۱۱ھ؍۱۸۹۴ء

(۲۵) تحریک ندوۃ سے علیحدگی ۱۳۱۵ھ؍۱۸۹۷ء

(۲۶) مقابر پر عورتوں کے جانے کی ممانعت پر فاضلانہ تحقیق
۱۳۱۶ھ؍۱۸۹۸ء

(۲۷) قصیدۂ عربیہ امال الابرار و الآلام الاشرار
۱۳۱۸ھ؍۱۹۰۰ء

(۲۸) ندوۃ العلماء کے خلاف ہفت روزہ اجلاس پٹنہ میں شرکت
رجب ۱۳۱۸ھ؍۱۹۰۰ء

(۲۹) علماءِ ہند کی طرف سے خطاب مجددِ مأتہ حاضرہ
۱۳۱۸ھ؍۱۹۰۰ء

(۳۰) تاسیس دار العلوم منظر اسلام بریلی ۱۳۲۲ھ؍۱۹۰۴ء

(۳۱) دوسرا حج اور زیارتِ حرمین شریفین ۱۳۲۳ھ؍۱۹۰۵ء

(۳۲) امامِ کعبہ شیخ عبداللہ میر داد اور ان کے استاد شیخ حامد احمد محمد جدادی مکی کا مشترکہ استفتاء
اور امام احمد رضا کا فاضلانہ جواب ۱۳۲۴ھ؍۱۹۰۶ء

(۳۳) علماء مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے نام سنداتِ اجازت و خلافت
۱۳۲۴ھ؍۱۹۰۶ء

(۳۴) کراچی آمد اور مولانا عبدالکریم سندھی سے ملاقات

۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء

(۳۵) امام احمد رضا کے عربی فتوے کو حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی کا زبردست خراجِ عقیدت ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء

(۳۶) شیخ ہدایت اللہ بن محمد سعید السندی مہاجر مدنی کا اعترافِ مجددیت

۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ ۱۹۱۲ء

(۳۷) قرآن کریم کا اردو ترجمہ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن

۱۳۳۰ھ ۱۹۱۲ء

(۳۸) شیخ موسیٰ علی الشامی الازہری کی طرف سے خطاب ''امام الائمۃ المجدد الھٰذالامۃ''

یکم ربیع الاول ۱۳۳۰ھ ۱۹۱۲ء

(۳۹) حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی کی طرف سے خطاب ''خاتم الفقہاء والمحدثین''

۱۳۳۰ھ ۱۹۱۲ء

(۴۰) علم المربعات میں ڈاکٹر سر ضیاءالدین کے مطبوعہ سوال کا فاضلانہ جواب

قبل ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء

(۴۱) ملتِ اسلامیہ کے لئے اصلاحی اور انقلابی پروگرام کا اعلان

۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء

(۴۲) بہاول پور ہائی کورٹ کے جسٹس محمد دین کا استفتاء اور امام احمد کا فاضلانہ جواب

۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء

(۴۳) مسجد کانپور کے قبضے پر برطانوی حکومت سے معاہدہ کرنے والوں کے خلاف ناقدانہ رسالہ ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء

(۴۴) ڈاکٹر سر ضیاءالدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) کی آمد اور استفادۂ علمی

مابین ۱۳۳۲ھ، ۱۹۱۴ء اور ۱۳۳۵ھ، ۱۹۱۶ء

(۴۵) انگریزی عدالت میں جانے سے انکار اور حاضری سے استثناء

۱۳۳۴ھ، ۱۹۱۶ء

(۴۶) صدر الصدور صوبہ جات دکن کے نام ارشاد نامہ ۱۳۳۴ھ، ۱۹۱۶ء

(۴۷) تاسیس جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی تقریباً ۱۳۳۶ھ، ۱۹۱۷ء

(۴۸) سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۷ھ، ۱۹۱۸ء

(۴۹) امریکی ہیئت داں پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کو شکست فاش

۱۳۳۸ھ، ۱۹۱۹ء

(۵۰) آئزک نیوٹن اور آئن اسٹائن کے نظریات کے خلاف فاضلانہ تحقیق

۱۳۳۸ھ، ۱۹۲۰ء

(۵۱) ردِ حرکت زمین پر فاضلانہ تحقیق ۱۳۳۸ھ، ۱۹۲۰ء

(۵۲) فلاسفۂ قدیمہ کا ردِ بلیغ ۱۳۳۸ھ، ۱۹۲۰ء

(۵۳) دو قومی نظریہ پر حرفِ آخر ۱۳۳۹ھ، ۱۹۲۱ء

(۵۴) تحریکِ خلافت کا افشائے راز ۱۳۳۹ھ، ۱۹۲۱ء

(۵۵) تحریک ترکِ موالات کا افشائے راز ۱۳۳۹ھ، ۱۹۲۱ء

(۵۶) انگریزوں کی معاونت اور حمایت کے الزام کے خلاف تاریخی بیان

۱۳۳۹ھ، ۱۹۲۱ء

(۵۷) وصال ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ، ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء

﴿فاضل بریلوی﴾

ازامیر طریقت حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیم جانِ عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو

غریق بحر الفت مست جام بادۂ وحدت
محبّ خاص منظور حبیب کبریا تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیاء تم ہو

یہاں آ کر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ
جو قبلہ اہلِ قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو

مزین جس سے ہے تاجِ فضیلت تاج والوں کی
وہ لعل پُرضیا تم ہو وہ درِ بے بہا تم ہو

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صولت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو

ہیں سیارہ صفت گردشِ کناں اہلِ طریقت یاں
وہ قطبِ وقت اے سرخیل جمع اولیا تم ہو

عیاں ہے شانِ صدیقی تمہاری شانِ تقوی سے
کہوں اتقی نہ کیونکر جب کہ خیر الاتقیا تم ہو

جلال و ہیبت فاروقِ اعظم آپ سے ظاہر
عدو اللہ پر اک حربہ تیغ خدا تم ہو
اشداء علی الکفار کے ہو سر بسر مظہر
مخالف جس سے تھرائیں وہی شیر وغا تم ہو
تمہیں نے جمع فرمائے نکات و رمز قرآنی
یہ ورثہ پانے والے حضرت عثمان کا تم ہو
خلوص مرتضٰی خلق حسن عزم حسینی میں
عدیم المثل یکتائے زمن اے باخدا تم ہو
تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں
امامِ اہل سنت نائب غوث الوریٰ تم ہو
بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے
بھکاری کی بھرو جھولی گدا کا آسرا تم ہو
''وفی اموالھم ''حق ہر اک سائل کا حق ٹھہرا
نہیں پھرتا کوئی محروم ایسے باسخا تم ہو
علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

بند جب خوابِ اجل سے ہوں حسؔن کی آنکھیں
اُس کی نظروں میں ترا جلوۂ زیبائی ہو

قطب الاقطاب حضرت سید محمد راشد، پیر سائیں روضہ دھنی

آپ کی ولادت حضرت خواجہ سیدی محمد بقا شہید قدس سرہ کے یہاں 6 رمضان المبارک ۱۱۷۰ھ (1757ء) کو ہوئی۔ آپ سلسلہ راشدیہ کے بانی ہیں۔ آپ کے والد گرامی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا شمار باکمال اولیائے کرام میں ہوتا تھا۔ آپ قادری ونقشبندی سلسلے کے جامع اور مجمع البحرین تھے۔

قادری سلسلہ آپ نے حضرت سید عبدالقادر حسنی جیلانی قدس سرہ مقیم جھنگ سیال سے حاصل کیا۔ نقشبندی سلسلہ میں آپ نے مخدوم محمد اسمعیل قدس سرہ مقیم پریالوشریف سے حاصل کیا۔ حضرت سید محمد بقا کی ولادت 1135ھ میں ہوئی اور آپ پہلے رسول پور میں رہائش پذیر تھے۔ اس کے بعد آپ نے رحیم ڈنو واقع فرید آباد میں سکونت اختیار کی۔ آپ کے چار صاحبزادے سید محمد راشد، سید عبدالرسول شاہ، سید محمد سلیم شاہ اور سید علی مرتضٰی شا تھے۔ آپ کی شہادت 1198 ہجری میں 63 سال کی عمر میں ہوئی۔

حضرت سید محمد راشد بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے مگر بخت کا ستارہ بلند تھا۔ آپ کی ولادت رحیم ڈنو گوٹھ میں ہوئی۔ روضہ دھنی سے آپ اس لئے مشہور ہوئے کہ حضرت پیر سائیں سید علی گوہر شاہ المعرف بنگلے دھنی کی سجادگی بمطابق 1250 ہجری کے وقت آپ کی قبر شریف کو سیلاب کے خطرے کے پیشِ نظر موجودہ جگہ منتقل کیا گیا۔

حضرت پیر سائیں کے ابتدائی ایام انتہائی پاکیزہ گزرے۔ آپ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل کود میں وقت ضائع کرنے کے بجائے تعلیم کی طرف توجہ کرتے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے میاں محمد اکرم کھمرُ اور حافظ زین الدین علیہ الرحمۃ سے حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے تعلیم کے لئے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ کے اساتذہ میں مخدوم طیب بقاپوری ،حاجی فقیر اللہ نقشبندی شکارپوری اور حضرت یار محمد ساکن کوٹری علیہ الرحمۃ تھے، مولانا مخدو

محمد آریجوی سے آپ نے تکمیل تعلیم فرمائی۔

دورانِ تعلیم والد صاحب کو اپنے پیر خانہ سے حکم ملا کہ آپ اپنے بچوں کو اپنا مرید کر لیں۔ آپ نے پیر راشد اور سید علی مرتضٰی شاہ کو نقشبندی سلسلہ کی تلقین کی۔ سید علی مرتضٰی شاہ کو تو نقشبندی سلسلے کے اوراد و وظائف سے کشائش حاصل ہوئی مگر آپ نے اپنے اندر کچھ فرق محسوس نہ فرمایا۔ والد کے استفسار پر آپ نے حقیقتِ حال سے آگاہ کیا۔ آپ کے والد صاحب نے آپ کو طریقۂ قادریہ کے اوراد و وظائف پر لگا دیا۔ آپ نے ذکر قادریہ سے فوائد حاصل کیئے اور آپ کے بال بال میں اسمِ ذات کا ذکر جاری ہو گیا۔ حضرت مولانا سید عاقل شاہ علیہ الرحمۃ جو آپ کے ہم سبق تھے ایک روز آپ سے ملنے آئے تو آپ کے وجود سے ذکر کی حرارت محسوس کی۔ آپ فرماتے تھے حرارت کے باعث آپ کے پاس بیٹھنا دشوار ہو گیا، آپ سے لاکھوں افراد نے فیض پایا۔ آپ کا وصال مبارک شعبان 1234 یا 1233 ہجری (1818ء) میں بعمر 63 سال ہوا۔

آپ کے فیضِ روحانی (بحالتِ خواب اشارۂ غیبی) سے حضرت مولانا تقدس علی خان قدس سرہ نے پیر جو گوٹھ کی طرف مراجعت فرمائی اور اس طرح یہ خانقاہ وہابیہ کی نظر بد سے محفوظ رہی۔

﴿عمامہ کی فضیلت﴾

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے

''جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی وہ قیامت کے روز میرے ساتھ ہوگا'' (فتاوٰی رضویہ)

شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام مولانا مفتی محمد حامد رضا خان قادری بریلوی

امام احمد رضا خان کے بڑے صاجزادے مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہ ۱۲۹۲ھ، ۱۸۷۵ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام محمد ہے، عرفاً حامد رضا اور حجۃ الاسلام اور امام الاولیاء کے القاب سے مشہور ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے پکارنے کے لئے ''حامد رضا'' نام رکھا مگر یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت تھی۔ حامد رضا سے جبر و بینہ طریقے سے تاریخِ وصال نکلتی ہے یعنی ''1362 ہجری''

آپ نے والد ماجد امام احمد رضا سے درسیات کی تکمیل کی۔ اُنیس برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے، عربی زبان و ادب پر بڑا عبور حاصل کیا۔ برس ہا برس دارالعلوم منظر اسلام کے مہتمم ہوئے۔ آپ کا درسِ بیضاوی، شرح عقائد نسفی، شرح چغمینی بہت مشہور تھا۔ فقہی مسائل حل کرنے اور فتاوی تحریر کرنے میں بھی بہت مَلکہ حاصل تھا بلکہ بعض علماء کو فقہ کی مشہور و معتبر اور متداول کتاب دُرِمختار کا بھی درس دیا کرتے تھے۔

حضرت مخدوم شاہ سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ سے بیعت و خلافت تھی۔ والد گرامی نے جمیع سلاسل کی خلافت و اجازت دی۔ علم و فضل میں اپنے والد ماجد کا آئینہ تھے اسی حقیقت کو امام احمد رضا نے یوں بیان فرمایا

اَنَا مِنْ حَامِد حَامِد رضَا مِنّی کے جلوؤں سے
بِحَمْدِ اللہ رِضَا حَامِد ہیں اور حامد رضا تم ہو

حجۃ الاسلام قدس سرہ کو علم و فضل اور ادب و تفقہ میں وہ ملکۂ تام حاصل تھا کہ بڑے بڑے علماء دیکھ کر عش عش کر اُٹھتے تھے۔ فی البدیہہ عربی میں قصائد و نظم کی تدوین تو معمولی بات تھی۔

حجۃ الاسلام عربی زبان پر ایسی دسترس رکھتے تھے کہ اپنے والد ماجد امام احمد رضا کی تصانیفِ

جلیلہ "الدولة المکیه بالمادة الغیبیه" (۱۳۲۳ھ) اور "کفل الفقیهه الفاهم" (۱۳۲۳ھ) کی عربی زبان میں تمہیدات قلم برداشتہ لکھیں اور امام احمد رضا نے حرمین طیبین اور عالم اسلام کے جلیل القدر علماء کو جو علمی سندات دیں، ان کو ترتیب دیا، ان پر مقدمہ بھی لکھا۔

تدریس اور تحریر کی طرح حجۃ الاسلام کی تقریر ایسی مدلل اور مؤثر ہوتی کہ حاضرین پر رقت طاری ہو جاتی، مجمع پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی، کئی بد مذہب تائب ہو جاتے اور غیر مسلم دولتِ اسلام سے مالا مال ہو جاتے۔ عیدالاسلام مولانا عبدالسلام قادری، مولانا عبدالباقی برہان الحق اور دیگر اہلِ جبل پور (بھارت) کے پُر زور اصرار پر امام احمد رضا جبل پور جلوہ فرما ہوئے۔ حجۃ الاسلام ہمراہ تھے وہاں کے احباب نے اس پُر مسرت موقع پر ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا۔ اس جلسہ میں پہلی مرتبہ جامع تقریر حضرت حجۃ الاسلام کی ہوئی، مجمع پر بہت اثر ہوا۔ دورانِ تقریر امام احمد رضا جلسہ گاہ میں تشریف فرما ہوئے اور آپ نے خلفِ اکبر کی تقریر سنی، مسرت کا اظہار فرمایا، داددی اور کلماتِ تحسین فرمائے۔

حجۃ الاسلام نے فرقہ باطلہ سے متعدد مناظرے کئے جن میں بفضلہٖ تعالیٰ آپ نے ہمیشہ فتح پائی۔ شوال المکرّم ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء کو انجمن حزب الاحناف لاہور کی طرف سے مسجد وزیر خان میں ایک فیصلہ کن مناظرہ ہونا قرار پایا۔ علماءِ دیوبند کی طرف سے مولوی اشرف علی تھانوی اور اہل سنت کی طرف سے حجۃ الاسلام مناظر مقرر ہوئے۔ قرار پایا کہ حفظ الایمان، براہینِ قاطعہ اور تحذیر الناس کی متنازعہ فیہ عبارات پر فیصلہ کن گفتگو کی جائے۔

وقتِ مقررہ پر حضرت حجۃ الاسلام کے علاوہ کثیر تعداد میں علماءِ اہلسنّت مسجد وزیر خان پہنچ گئے۔ چند علماء کے اسماء گرامی درجِ ذیل ہیں

(۱) شیخ طریقت مولانا سید علی حسین کچھوچھوی

(۲) صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی

(۳) پیر سید صدرالدین، سجادہ نشین موسیٰ پاک، ملتان

(۴) فقیہہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف، کوٹلی لوہاراں

(۵) مولانا محمد شاہ، سیالکوٹی وغیرہ

مگر مولوی اشرف علی دیوبندی نہ خود آیا اور نہ ہی اپنا وکیل بھیجا۔

حضرت حجۃ الاسلام علم وفضل اور حسنِ سیرت کے ساتھ حسنِ صورت کی دولت سے بھی سرفراز تھے۔ نہایت ہی حسین وجمیل اور وجیہہ شخصیت کے مالک تھے، آپ کی وجاہت، چہرہ کی رونق، نورانیت اور خداداد حسن وجمال ایسا تھا کہ جس سے اہل سنت کی خود بخود تبلیغ ہو جاتی، آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر ہی لوگ خود رفتہ ہو کر پروانہ وار جمع ہو جاتے اور آپ کے سلسلہ میں داخل ہو جاتے۔

استقامت علی الشریعت اور للّٰہیت جیسی خوبیاں آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھیں، ان کا اظہار اکثر موقعوں پر ہوتا رہتا تھا۔ آپ حالات کے ساتھ خود نہ بدلتے تھے بلکہ حالات کو بدل دیتے تھے، دُنیوی وجاہت سے مرعوب ہونا آپ کے لئے اجنبی تھا۔

مقتدر عالم کی حیثیت سے حجۃ الاسلام نے برصغیر میں مسلمانوں کے مذہبی وسیاسی، معاشرتی، معاشی اور عمرانی حقوق کے تحفظ کی خاطر اُٹھنے والی تحاریک میں نمایاں حصہ لیا۔

۱۹۲۷ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر حضرت حجۃ الاسلام منتخب ہوئے۔

شریعت وطریقت کے مجمع البحرین حضرت حجۃ الاسلام کی متعدد تصانیف آپ کے کمالِ علمی پر دال ہیں۔ چند تصانیف کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) **الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی** (۱۳۱۵ھ) مرزا غلام احمد قادیانی کے ہذیانیات کے خلاف اولین تصانیف میں سے ایک ہے۔ پہلی بار ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۸ء میں

مطبع حنفیہ پٹنہ سے شائع ہوئی۔ بعدازاں لاہور اور بریلی سے متعدد بار شائع ہوچکی ہے، ردِ مرزائیت میں لاجواب ہے۔

(۲) سلامت اللّٰہ لاھل السنة من سیل العناد والفتنه

(۳) سد الفرار (مسئلہ اذان پر لاجواب کتاب ہے)

(۴) حاشیہ رسالہ ملا جلال (منطق کی مشہور کتاب پر حاشیہ) قلمی صورت میں ہے۔

(۵) نعتیہ دیوان

(۶) مجموعہ فتاوی

(۷) الاجازات المتینه لعلماء بکة والمدینه

امام احمد رضا نے سلاسلِ طریقت اور روایاتِ علوم کی جو سندات عالم اسلام کے علماء کو ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۶ء کے حج کے موقع پر عطا فرمائیں آپ کے خلفِ اکبر حجۃ الاسلام نے ان کو جمع فرمایا اور اس پر تقدیم لکھی۔

(۸) "الدولة المکیه بالمادة الغیبیه" مصنفہ امام احمد رضا کا اردو ترجمہ کیا۔ مذکورہ لاجواب تصنیف کو مکہ معظمہ میں امام احمد رضا نے بحالتِ بخار ۲۰ اور ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ دو نشستوں میں صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں تصنیف فرمایا۔ اس کی امضاء حضرت حجۃ الاسلام نے کی جو اس موقعہ پر مکہ معظمہ میں موجود تھے۔

کتاب مذکور کی حجۃ الاسلام نے وہیں کئی نقلیں تیار کیں تاکہ علماء حرمین شریفین کو اس پر تقریظ لکھنے میں سہولت ہو۔

(۹) الدولة المکیة کے حاشیہ الفیوضات المکیة کا کامیاب اردو ترجمہ کیا۔

(۱۰) کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم (۱۳۲۴ھ) مصنفہ امام احمد رضا کا دیباچہ حجۃ الاسلام نے لکھا اور اس کتاب کا کامیاب اردو ترجمہ کیا۔

علاوہ ازیں ماہنامہ یادگارِ رضا بریلی میں آپ کی سرپرستی میں شائع ہوتا رہا۔ اس مؤقر جریدہ کے مدیر مولانا محمد ابرار حسین صدیقی تھے۔

آپ اردو، فارسی اور عربی کے بہترین شاعر ہیں۔ نعت گوئی آپ کو ورثہ میں ملی، آپ کی کہی ہوئی نعتیں اردو ادب کا شاہکار ہیں۔

امام احمد رضا نے اپنے خلفِ اکبر حضرت حجۃ الاسلام کو ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ / ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء بروز جمعرات اپنے شیخ طریقت، سید آل الرسول احمدی مارہروی قدس سرہ کے یومِ عرس کو تمام سلاسلِ طریقت، تمام علوم سارے اذکار واشغال، اوراد و اعمال اور جمیع مرویات مشائخ کرام کی اجازتِ مطلقِ تام عطا فرمائی اور اسی روز انہیں اپنا سجادہ نشین وخلیفہ مقرر فرمایا، سند سجادگی عطا فرمائی۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے وصالِ اقدس سے ایک ہفتہ پہلے جو لوگ بیعت کے لئے حاضر ہوئے ان سے ارشاد فرمایا

"حامد رضا کا ہاتھ میرا ہاتھ اور اُن کی بیعت میری بیعت اور اُن کا مرید میرا مرید ہے"

بدر الطریقت والشریعت، ماہتابِ علم وفضل حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ نے ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ / ۲۴ مئی ۱۹۴۲ء پونے گیارہ بجے شب عین حالتِ تشہد میں "السلام علیک ایھا النبی" کہتے ہوئے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ o

وصال سے ایک سال قبل ہی اپنی وفات کی خبریں دینا شروع کر دی تھیں اور انہیں اخبار میں آپ میں صاف صاف بتا دیا تھا کہ وقتِ وصال کا مشاہدہ یوں ہوگا کہ زبان ذکر صلوٰۃ وسلام میں مصروف ہوگی اور روح قرب ووصال کے چھلکتے ہوئے کیف وسرور کے جام پی رہی ہو گی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا

حضور روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ

خمیدہ سر، بند آنکھ، لب پہ میرے درود و سلام ہوگا

وقتِ وصال آپ نے تیمّم کیا، نماز کا تحریمہ باندھا، بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ جب دیر ہوئی لوگوں نے ہاتھ ہٹانا چاہے بقوت ہاتھ روک لیا یہاں تک کہ نماز تشہد تک پڑھی اور جب روح نے پرواز فرمائی تو بعینہٖ یہی حال تھا

خمیدہ سر، بند آنکھ، لب پہ میرے درود و سلام

جب آپ کا جنازہ اُٹھایا گیا تو ایک حشر برپا تھا اور بے پناہ ہجوم تھا۔ لوگ جنازے کو کندھا دینے کے لئے سر توڑ کوشش کر رہے تھے، ایک بہت بڑے گراؤنڈ میں آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ آپ کی وصیت کے مطابق نمازِ جنازہ کی امامت کے فرائض آپ کے تلمیذ رشید حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد نے سرانجام دیئے۔

ظاہری زندگی میں جس طرح آپ کی نورانی صورت سے تبلیغِ حق ہوتی تھی اسی طرح آپ کے جنازہ مبارکہ سے بھی تبلیغ ہوئی۔ ایک ہسپتال کی نرس آپ کا جنازہ دیکھ کر مشرف بہ اسلام ہوگئی اور کئی بدمذہب قسم کے لوگ یہ نورانی سماں دیکھ کر صحیح العقیدہ سنی بن گئے۔

اولاد میں چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے تھے۔ ایک صاحبزادے مولانا حماد رضا عرف نعمانی میاں اور دوسرے صاحبزادے مولانا محمد ابراہیم رضا عرف جیلانی میاں جو آپ کے بعد دارالعلوم منظر اسلام کے مہتمم بنے، ان کا وصال ۱۹۶۳ء میں ہوا۔

پاک و ہند میں آپ کے مریدین لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ آپ کے خلفاء و تلامذہ کی بھی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ چند مشاہیر تلامذہ و خلفاء کے اسماء گرامی یہ ہیں

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی و لائل پور، حضرت شیخ القرآن مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی مہتمم نظامیہ غوثیہ وزیر آباد، حضرت مخدومِ اہل سنت

حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خان مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی، بقیۃ السلف حضرت مولانا مفتی تقدس علی شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ، عمدۃ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد اعجاز ولی بریلوی لاہور، مجاہد ملت حضرت مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری، سابق صدر جمعیت العلماء پاکستان، شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا محمد حشمت علی خان، پیلی بھیت۔

شاہد گل ہے مست ناز حجلۂ نوبہار میں
نازوادا کے پھول ہیں پھولے گلے کے ہار میں

آئیں گھٹائیں جھوم کر عشق کے کوہسار میں
بارشِ غم ہے اشکبار گریۂ بے قرار میں

عشق نے چھوڑی پھلجھڑی دل کی لگی بھڑک اُٹھی
آتشِ گل کے پھول سے آگ لگی بہار میں

آنکھوں سے لگ گئی جھڑی بحر میں موج آگئی
سیلِ سِرشک اُبل پڑا نالۂ قلب زار میں

شوق کی چیرہ دستیاں دل کی اڑائیں دھجیاں
وحشتِ عشق کا سماں دامنِ تار تار میں

بجلی سی اک تڑپ گئی خرمنِ ہوش اُڑ گیا
برق شرارہ بار تھی جلوۂ نورِ یار میں

تابش رُخ سے چار چاند لگ گئے مہر و ماہ کو
حسن ازل ہے جلوہ ریز آئینہ عذار میں

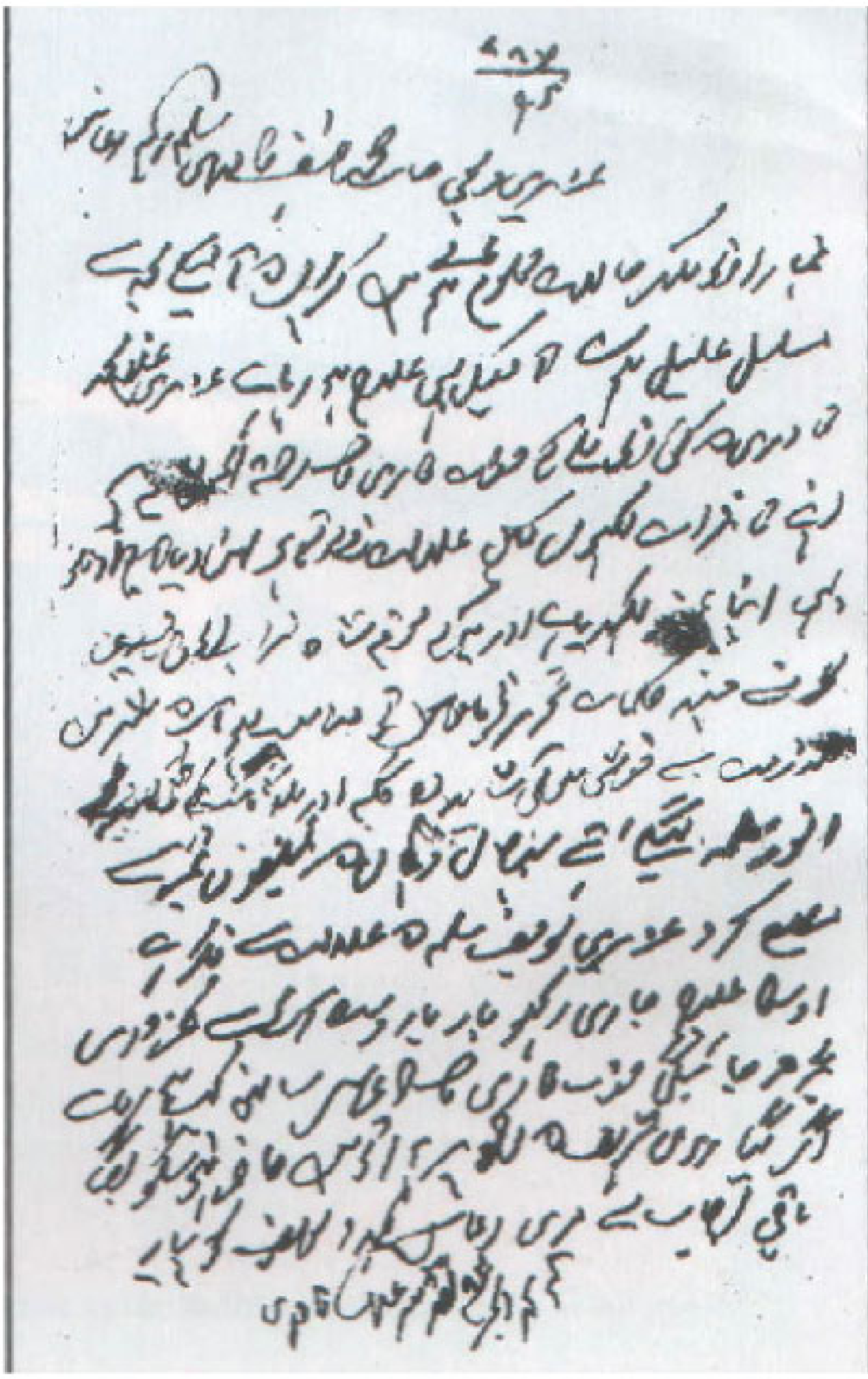
کعبۂ ابرو دیکھ کر سجدے جبیں میں مضطرب

دل کی تڑپ کو چین کیا تاب کہاں قرار میں
شاہد گل ہے مصطفیٰ طیبہ چمن ہے جاں فزا
گلشنِ قدس ہے کھلا صحنِ حریمِ یار میں
سوسن و یاسمن سمن سنبل و لالہ نسترن
سارا ہرا بھرا چمن پھولا اسی بہار میں
باغِ جناں لہک اُٹھا قصرِ جہاں مہک اُٹھا
سینکڑوں ہیں چمن کھلے پھول کی اک بہار میں
سارے بہاروں کی دلہن ہے مرے پھول کا چمن
گلشنِ ناز کی چبھن طیبہ کے خار خار میں
تم ہو حبیب کبریا پیاری تمہاری ہر ادا
تم سا کوئی حسیں بھی ہے گلشنِ روزگار میں
نکلی نہ کوئی آرزو دل کی ہی دل میں رہ گئی
حسرتیں ہیں ہزار دفن قلب کے ایک مزار میں
خارِ مدینہ دیکھ کر وحشتِ دل ہے زور پر
دستِ جنوں اُلجھ گیا دامنِ دل کے تار میں
ماہ تری رکاب میں نور ہے آفتاب میں
بو ہے تری گلاب میں رنگ ترا انار میں
غنچہ دل مہک اُٹھا موجِ نسیم طیبہ سے
روح شمیم تھی بسی گیسوئے مشک بار میں
شوق کی ناشکیباں سوز کی دل گدازیاں

وصل کی نامرادیاں عاشقِ دلفگار میں

گردشِ چشمِ ناز سے حاؔمد میکسار مست

رنگِ سرور و کیف ہے چشمِ خماردار میں



ابوالبرکات محی الدین محمد مصطفیٰ رضا خان قادری بریلوی

المعروف بہ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ / ۷ جولائی ۱۸۹۲ء بروز جمعہ بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے فرزند اصغر ہیں۔ آپ کی ولادت کا سن ہجری اس آیتِ کریمہ سے نکلتا ہے

وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

۱۳۱۰ھ

آپ کا پیدائشی نام محمد رکھا گیا۔ اعلیٰ حضرت نے غیبی اشارہ پا کر نام آل رحمٰن رکھا۔ پیرومرشد نے آپ کا نام ابوالبرکات محی الدین جیلانی تجویز کیا اور عرف میں آپ کو مصطفیٰ رضا خان کے نام سے پکارا گیا۔ فنِ شاعری میں نوری تخلص کیا اور عوام الناس میں مفتی اعظم جیسے لقب سے مشہور رہے۔

سید المشائخ حضرت شاہ سید ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ نے اگرچہ آپ کی پیدائش کے وقت ہی اپنے سلسلے میں داخل کر لیا تھا مگر جب آپ بریلی تشریف لائے تو چھ ماہ کے آل رحمٰن مصطفیٰ رضا خان کو گود میں لیا، پیشانی کو بوسہ دیا، اپنی انگشت شہادت آپ کے منہ میں ڈالی اور نہ صرف سلسلے میں داخل فرمایا بلکہ تمام سلاسل میں اجازت وخلافت سے بھی نوازا اور آپ کی شان میں مستقبل کے لئے یہ کلمات ارشاد فرمائے

"یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوقِ خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہنچے گا، یہ بچہ ولی ہے، اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دینِ حق پر قائم ہوں گے یہ فیض کے دریا بہائے گا"

مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت سے اکثر علوم وفنون حاصل کئے مگر اپنے بڑے بھائی مولانا حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ سے اکثر کتابیں پڑھیں۔ اس کے علاوہ استاذ الاساتذہ علامہ شاہ رحم الٰہی منگلوری علیہ الرحمہ اور مولانا بشیر احمد علی گڑھی سے بھی آپ نے بھرپور استفادہ کیا۔ حدیث شریف کا درس خاص کر علامہ ظہور الحسن فاروقی رامپوری (المتوفی ۱۳۴۲ھ) تلمیذ مولانا محمد فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے حاصل کیا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ۲۵ سلاسل اولیاء وسلاسل حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے درسِ نظامی کے جملہ علوم وفنون عقلیہ ونقلیہ سے فراغت کے بعد ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء سے ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء تک جامعہ رضویہ منظر اسلام میں تدریس فرمائی اور پھر اپنی قائم کردہ جامعہ رضویہ مظہر اسلام (مدرسہ بی بی جی) میں طویل عرصے تک تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور لگ بھگ ۶۰، ۷۰ سال تک درس و تدریس فرماتے رہے جس نے آپ کو درسِ نظامی کا ایک ماہر وفکر ساز مدرس، بالغ نظر محدث اور عظیم فقیہہ اور متکلم بنادیا جس کے باعث پاک وہند کی تمام جامعات اور مدارس میں آپ کے تلامذہ یا ان کے تلامذہ درس وتدریس میں مشغول ہیں یہ ایک ایسا صدقہ جاریہ ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔ آپ کے اجل تلامذہ کی ایک انتہائی طویل فہرست ہے یہاں چند بہت ہی اجل تلامذہ کا نام درج کیا جاتا ہے جن کے فیضِ نظر سے آج پاک وہند کے تمام مدارس مستفیض ہورہے ہیں۔ ان میں قابلِ ذکر نام مندرجہ ذیل ہیں

(۱) فقیہہ عصر مولانا اعجاز ولی خان رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۲) مناظر اعظم ہند مولانا حشمت علی خان رضوی پیلی بھیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۳) محدثِ کبیر مولانا محمد ضیاء المصطفیٰ رضوی امجدی دامت برکاتہم العالیہ

(۴) مبلغ اسلام مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (مقیم مانچسٹر) بانی سنی

رضوی انٹرنیشنل سوسائٹی مانچسٹر

(۵) محدثِ اعظم پاکستان مفتی سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۶) مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ الحدیث حزب الاحناف لاہور

(۷) بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (مقیم بھارت) شیخ الحدیث مبارک پور

(۸) مفتی محمد رجب علی رضوی نانپاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (مقیم نانپارہ) بانی مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ

(۹) فقیہہ الہند مفتی محمد شرف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شارح بخاری

(۱۰) مفتی خواجہ مظفر حسین رضوی، شیخ المعقولات

(۱۱) حضرت مولانا عبدالہادی الشافعی دامت برکاتہم العالیہ، ڈربن ساؤتھ افریقہ

حضور مفتی اعظم ہند کے تلامذہ وخلفاء صرف پاک وہند تک محدود نہیں بلکہ عرب میں بھی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔ تیسرے حج کے موقع پر مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں عرب کے بڑے بڑے جید علماء اور مفتیانِ عظام نے آپ سے اجازتِ حدیث اور خلافت کا اعزاز حاصل کیا جن میں قابلِ ذکر نام مندرجہ ذیل ہیں

(۱) علامہ سید محمد مغربی مالکی
(۲) مولانا سید امین قطبی مکی
(۳) علامہ جعفر بن کثیر
(۴) مولانا عمر ہمدان مکی
(۵) مولانا سید عباس مکی
(۶) علامہ موز عرقی
(۷) مولانا ابراہیم مدنی
(۸) علامہ فضل الرحمٰن ابن ضیاء الدین مدنی
(۹) مولانا عبدالمالک
(۱۰) مولانا سید علوی مالکی

مفتیٔ اعظم ہند نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء سے کیا اور پہلا مسئلہ رضاعت سے متعلق لکھا جس کے جواب کو اعلیٰ حضرت نے بہت پسند کیا اور اسی وقت ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل رحمٰن عرف محمد مصطفیٰ رضا کے نام کی مہر بنا کر آپ کو عطا کی اور دارالافتاء آپ کے سپرد کیا۔

مفتیٔ اعظم ہند نے اعلیٰ حضرت کی حیات میں فتاوی نویسی کا آغاز کیا اور عمر کے آخری ایام تک یہ سلسلہ جاری رہا۔اس طرح لگ بھگ ۷۰ برس مسلسل فتاوی نویسی کی خدمت انجام دیتے رہے۔اس دوران لاکھوں فتاوی جمع ہو گئے جو فتوی مصطفویہ کے نام سے طبع ہو چکے۔

مفتیٔ اعظم ہند نے فتاوی کے علاوہ ایک کثیر تعداد تصنیفات کی بھی یادگار چھوڑی ہیں جن میں سے چند شائع ہو چکی ہیں اور زیادتر قلمی صورت میں موجود ہیں۔چند نام مندرجہ ذیل ہیں

(۱)القول العجیب فی جواز التثویب (بعداذان صلوٰۃ وسلام کے بارے میں علماءِ عرب وعجم کا قولِ فیصل)

(۲)القسورۃ علی ادوار الحمر الکفرۃ (۱۳۴۳ھ)(لیڈروں کے بعض کفری اقوال کا ردِ بلیغ)

(۳)طرق الھدی والارشاد الیٰ احکام الامارۃ والجھاد (۱۳۴۱ھ)(مسئلہ خلافت، جہاد، ترکِ موالات اور ہندو مسلم اتحاد بے بنیاد کے موضوع پر بے مثال ہے)

(۴)سوراخ درسوراج (۱۳۴۱ھ)(خلافتی لیڈروں کی غیر شرعی حرکات اور ہندوؤں کی باطنی خباثت کا ردِ بلیغ)

(۵)مقتل کذب وکید (۱۳۳۲ھ)(مسئلہ اذان پر مخالفین پر ایک ہزار ضرب قوی میں)

(۶)دوام العیش فی الائمۃ من قریش (۱۳۳۹ھ)(مصنفہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نفیس وسلیس تمہید حمید اور تازہ اضافات وافادات)

(۷)العطایا النبویه فی الفتاوی الرضویه (کتاب نکاح وطلاق) کی تصحیح فرمائی اور اضافہ وفوائد کے ساتھ ۲۷۔۱۹۲۶ء کو پہلی بار حسنی پریس بریلی سے شائع کرائی۔

(۸)الاستمداد علی اجیال الارتداد (۱۳۳۷ھ) کے حواشی وتکملات ملقب بہ "کشف ضلال دیوبند"

(۹)الفتاویٰ المصطفویه۔اطراف وجوانب سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات

(۱۱)الحجة الواهره بوجوب الحجة الحاظرة ،مطبوعہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی (بعض نادان اور خانہ ساز مفتیوں نے جزیرۃ العرب کے انقلاب کے باعث عدم وجوب حج کا فتوی دیا۔ایسے گمراہ کن فتوی کا دنداں شکن جواب خاندان نبوت کے ساتھ عقیدت اور جزیرۃ العرب کی مذہبی صورت کا بیان)

(۱۲)النکتة علی مراء کلکته (۱۳۳۲ھ) خارج مسجد اذان کی تحقیق مطبوعہ مطبع اہل سنت بریلی

(۱۳)دفعات السنان الی حلق المساة بسط البنان (۱۳۳۰ھ) تحذیر الناس اور بسط البنان کی مذبوحی حرکات کی مذمت میں لاجواب کتاب

(۱۴)وہابیہ کی تقیہ بازی،مطبوعہ بریلی

(۱۵)ادخال السنان الی حنک الحلقی بسط البنان (۱۳۳۰ھ)

(۱۶)اشدالباس علی عابد الخناس (۱۳۲۸ھ)

(۱۷)القشم القاصم للداسم القاسم (۱۳۳۰ھ)

(۱۸)نور الفرقان بین جندالآله و احزاب الشیطان (۱۳۳۰ھ)

حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا وصال پُر ملال بروز بدھ ۱۴ محرم الحرام (شب ایک بج کر چالیس منٹ پر) ۱۴۰۲ھ / مطابق ۱۱ نومبر ۱۹۸۱ء بریلی شریف میں ہوا اور والد ماجد اعلیٰ حضرت احمد رضا خان محدث بریلوی کے پہلو میں دفنایا گیا۔

مولانا ضیاء الدین احمد قادری مدنی علیہ الرحمہ

حضرت مولانا ضیاء الدین قادری متحدہ ہندوستان کے ضلع سیالکوٹ کے گاؤں کلاس والا میں ۱۸۷۹ء/۱۲۹۷ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کا سالِ ولادت یا غفور (۱۲۹۷ھ) سے برآمد ہوتا ہے والد کا نام عبد العظیم تھا۔ جد اعلیٰ کا نام شیخ قطب الدین قادری تھا۔ آپ کا نسبی سلسلہ سیدنا عبد الرحمٰن بن حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے اجداد میں مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی (المتوفی ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۶ء) بہت ہی معروف عالم گزرے ہیں۔ مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی اپنے زمانے کے عالم متبحر اور درویش صفت بزرگ تھے اگرچہ شاہجہاں کے زمانے میں آپ کو دو مرتبہ سونے میں تولا گیا مگر تمام عمر طالبین اور زائرین کے دامنِ طلب و مراد کو علم و فضل اور ہدایت و تلقین کے جواہر مقصود سے بھرتے رہے۔ آپ کی تصنیفات عرب و عجم کے ممالک میں بڑی عزت و قبولیت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ آپ کی تحریر کردہ چند کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

حاشیہ بیضاوی، حاشیہ مقدمات تلویح، حاشیہ شرح عقائد تفتازانی، حاشیہ خیالی، حواشی شرح ہدایہ، حاشیہ شرح شمسیہ، شرح واقف، حاشیہ شریفیہ، حواشی شرح حکمۃ العین، حواشی شرح مراح الارواح وغیرہا۔

حضرت قطب مدینہ نے ابتدائی تعلیم حضرت مولانا محمد حسین نقشبندی پسروری (المتوفی ۱۳۷۸ھ) سے سیالکوٹ ہی میں حاصل کی پھر لاہور تشریف لے گئے یہاں بیگم شاہی مسجد میں حضرت مولانا غلام قادر بھیروی (المتوفی ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء) سے لگ بھگ ڈیڑھ سال کتابیں پڑھیں۔ حضرت مولانا ضیاء الدین کے استاد مولانا عبد القادر (معروف بہ غلام قادر) بن غلام حیدر نے مفتی صدر الدین آزردہ (۱۲۹۵ھ) کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اورنٹیل کالج لاہور میں عربی کے استاد رہے اور بعد میں مدرسہ نعمانیہ لاہور میں تدریس

کرنے لگے۔ آپ سلسلہ چشتیہ میں خواجہ شمس الدین سیالوی سے بیعت تھے اور ان کی خلافت بھی حاصل تھی۔ آپ نے چند کتابیں بھی تحریر فرمائیں۔ اسلام کی گیارہ کتابیں، نماز ضروری، نمازِ حضوری، حقیقت انوارِ محمدیہ، شمس الحنفیہ وغیرہ۔

حضرت مولانا ضیاء الدین لاہور سے علم کی پیاس بجھانے کے لئے دہلی تشریف لے گئے جہاں حضرت محدثِ اعظم وصی احمد سورتی علیہ الرحمہ سے دورۂ حدیث مکمل کیا اور دیگر علوم وفنون کی بھی تکمیل کی اور سند فراغت محدث صاحب کے مدرسہ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے دست مبارک سے حاصل کی۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں حضرت ضیاء الدین مدنی کو سلسلے میں داخل فرماتے ہوئے سلسلہ عالیہ قادریہ، رضویہ کی اجازت وخلافت بھی عطا کی اس وقت آپ کی عمر شریف صرف ۱۸ برس کی تھی۔

مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ کو اپنے استادِ محترم حضرت محدث اعظم مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ سے بھی خلافت حاصل تھی اور آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ پہلے اور آخری شاگرد ہیں جنہیں محدث سورتی نے خلافت واجازت مرحمت فرمائی۔

مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ نے ۱۳۱۸ھ میں بغداد شریف کا قصد کیا جہاں آپ نو برس تک رہے اور کئی بزرگوں سے فیض یاب ہوتے رہے ان میں شیخ حسین الحسنی الکردی، شیخ مصطفیٰ القادری، شیخ شرف الدین وغیرہا ہیں۔ ان حضرات سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔ ۱۳۲۷ھ میں آپ بغداد شریف سے مدینہ منورہ پہنچے اس وقت وہاں ترک حکومت سلطنتِ عثمانیہ قائم تھی جہاں اسلامی تہوار بڑے شان وشوکت سے منائے جاتے تھے۔ تمام آثار کو حکومت کی جانب سے تحفظ حاصل تھا مگر انگریز کی فریب کاری نے نام نہاد مسلمانوں کو بغاوت پر آمادہ کیا اور اس طرح ترک حکومت کا خاتمہ ہوا۔

۱۳۴۴ھ میں شریف مکہ محافظ حرمین شریفین ہوا مگر پھر شریف مکہ اور سعودی خاندان کے درمیان ۱۳۴۳ھ میں جنگ ہوئی، شریف مکہ کو شکست ہوئی اور سعودی خاندان عبدالوہاب نجدی کا پیروکار برسر اقتدار آ گیا مگر حضرت مدینہ منورہ میں ہی رہے اور آخر دم تک یہاں قیام کیا۔

حضرت ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ نے لگ بھگ ۷۰ برس سے زیادہ مدینہ منورہ میں گزارے جہاں ہزاروں علماء ومشائخ سے ملاقات ہوئی اور ہر کوئی عالم جو مدینہ منورہ پہنچتا وہ آپ سے ضرور شرفِ ملاقات حاصل کرتا اور آپ کی روزانہ کی میلاد میں ضرور شرکت کرتا۔ تمام علماء ومشائخ آپ کو قطبِ مدینہ کے لقب سے یاد کرتے۔ آپ نے اپنی مسند سے رشد وہدایت کے جو دریا بہائے ہیں اس کی گواہی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جہاں آپ کا مرید نہ ہو اور ہزاروں علماء ومشائخ کو خلافت عطا فرمائی اور آپ کے خلفاء کی اس قدر طویل فہرست ہے کہ اس کے لئے ایک دفتر چاہیے۔ پاک وہند کا کوئی عالم ایسا نہیں جو آپ کے پاس حاضر ہوا ہو اور آپ نے اس کو خلافت سے نہ نوازا ہو اسی طرح بلادِ عرب میں بھی سینکڑوں خلفاء موجود ہیں۔

آپ نے طویل عمر پائی اور مدینہ پاک ہی میں سفر آخرت باندھا۔ آپ کا وصال پُر ملال ۴ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ / ۱۲ اکتوبر ۱۹۸۱ء کو ہوا۔ نمازِ جنازہ مسجد نبوی میں فضیلۃ الشیخ مفتی محمد علی مراد شامی خلیفہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی نے پڑھائی۔ جنت البقیع میں حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزارِ مبارک سے چند قدم آگے آپ کو دفنایا گیا۔

حضرت مولانا ضیاء الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سلسلہ معمریہ اور منوریہ میں بھی خلافت حاصل تھی۔ آپ حضرت سید حسین بن عبداللہ الحسنی الکردی کے مرید وخلیفہ تھے اور وہ حضرت سید اسماعیل الاولیائی قدس سرہ کے اور انہیں شرفِ مجاز حاصل تھا حضرت سیدی عبدالعزیز

الحبش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنہوں نے چھ سو پچانوے (۶۹۵) برس کی طویل عمر پائی (سید عبدالعزیز الحبش رضی اللہ تعالیٰ عنہ ا۵۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۷۶ء کو فات پائی) اور آپ مرید و خلیفہ تھے قطب الآفاق سیدنا حضرت سید عبدالرزاق خلف الرشید حضرت غوث العلمین فرد الاکبر سیدنا السید عبدالقادر الجیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے۔

اس سلسلۃ الذہب کو "سلسلہ معمریہ" کہتے ہیں جو صرف چار واسطوں سے قطب الاقطاب سرکارِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

علاوہ ازیں حضرت شیخ الاسلام قطب مدینہ قدس سرہ کو مذکورہ بالا سلسلہ کے علاوہ درجِ ذیل طرق سے متعدد مشائخ سے سلسلہ معمریہ کی اجازتیں وخلافتیں حاصل ہیں۔

(۱) غوث الاعظم شیخ الطریقہ ومعدن الشریعۃ والحقیقہ سیدنا السید الشیخ عبدالقادر الجیلانی۔ قطب الآفاق سیدنا السید عبدالرزاق۔ السید الشریف عبدالعزیز نزیل الحبشہ۔ السید محمد بن علی السنوسی۔ السید محمد السنوسی۔ قدوۃ العلماء العارف باللہ والغازی فی سبیل اللہ السید احمد شریف السنوسی۔ قطب المدینہ المنورہ شیخ العرب والعجم سیدی ضیاء الدین احمد القادری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(۲) غوث الاعظم شیخ الطریقہ ومعدن الشریعۃ والحقیقہ سیدنا السید الشیخ عبدالقادر الجیلانی۔ قطب الآفاق سیدنا السید عبدالرزاق۔ السید الشریف عبدالعزیز نزیل الحبشہ۔ السید محمد بن علی السنوسی۔ الامام السید محمد المہدی۔ قطب المدینہ المنورہ شیخ العرب والعجم سیدی ضیاء الدین احمد القادری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(۳) سیدنا غوث العلمین۔ حضرت سیدی شاہ دولہ۔ حضرت منور علی شاہ الہ آبادی۔ حضرت شیخ عبدالکریم المعروف شاہ اخوان وملاں اخوند فقیر صاحب۔ حضرت امیر کابلی۔ حضرت شاہ

علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی۔ حضرت شیخ الاسلام ضیاءالدین احمد قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(۴) سیدنا امام الاولیاء السید عبدالقادر الجیلانی۔ قطب الآفاق سیدنا السید عبدالرزاق۔ سیدی عبدالعزیز الجش ۔ سیدی ماء العینین الحسنی ۔ سیدی شیخ احمد الشمس القادری المالکی ۔ سیدی ضیاءالدین احمد القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

(۵) سیدنا امام الاولیاء السید عبدالقادر الجیلانی۔ سیدنا عبدالرزاق۔ سیدی عبدالعزیز الجش الحسنی ۔ سیدی شیخ ابراہیم رشیدی۔ سیدی شیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ سراج مفتی مکہ مکرمہ۔ سیدی مجددِ اعظم امام احمد رضا خاں قادری بریلوی۔ قطبِ مدینہ سیدی ضیاء الدین احمد قادری قدس سرہم۔

(۶) السید الکریم غوث الثقلین وغیث الکونین سیدنا الشیخ ابی محمد عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سیدنا الشیخ کبیر الدین المعروف الشاہ دولہا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سیدنا ومولانا الشیخ منور علی شاہ الہ آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سیدنا الشیخ عبدالکریم المعروف بملا آخوند رامپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سیدنا ومولانا الشیخ ملا دریا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سیدنا ومولانا الشیخ غلام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سیدنا ومولانا الشیخ محمد محمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سیدنا الشیخ العارف علی حسین مرادآبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت سیدنا الشیخ سید ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مجددِ اعظم امام اہل سنت الشیخ احمد رضا خاں قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قطبِ مدینہ سیدی ضیاءالدین احمد قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۷) سلسلہ معمریہ قادریہ ھرویہ

(الف) سیدنا سلطان الاولیاء سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

(ب) شمس الدین محمد الطّویل الھروی عمر ۱۳۹ برس

(ج) شہاب الدین احمد بن علی الموصلی عمر ۱۲۹ برس

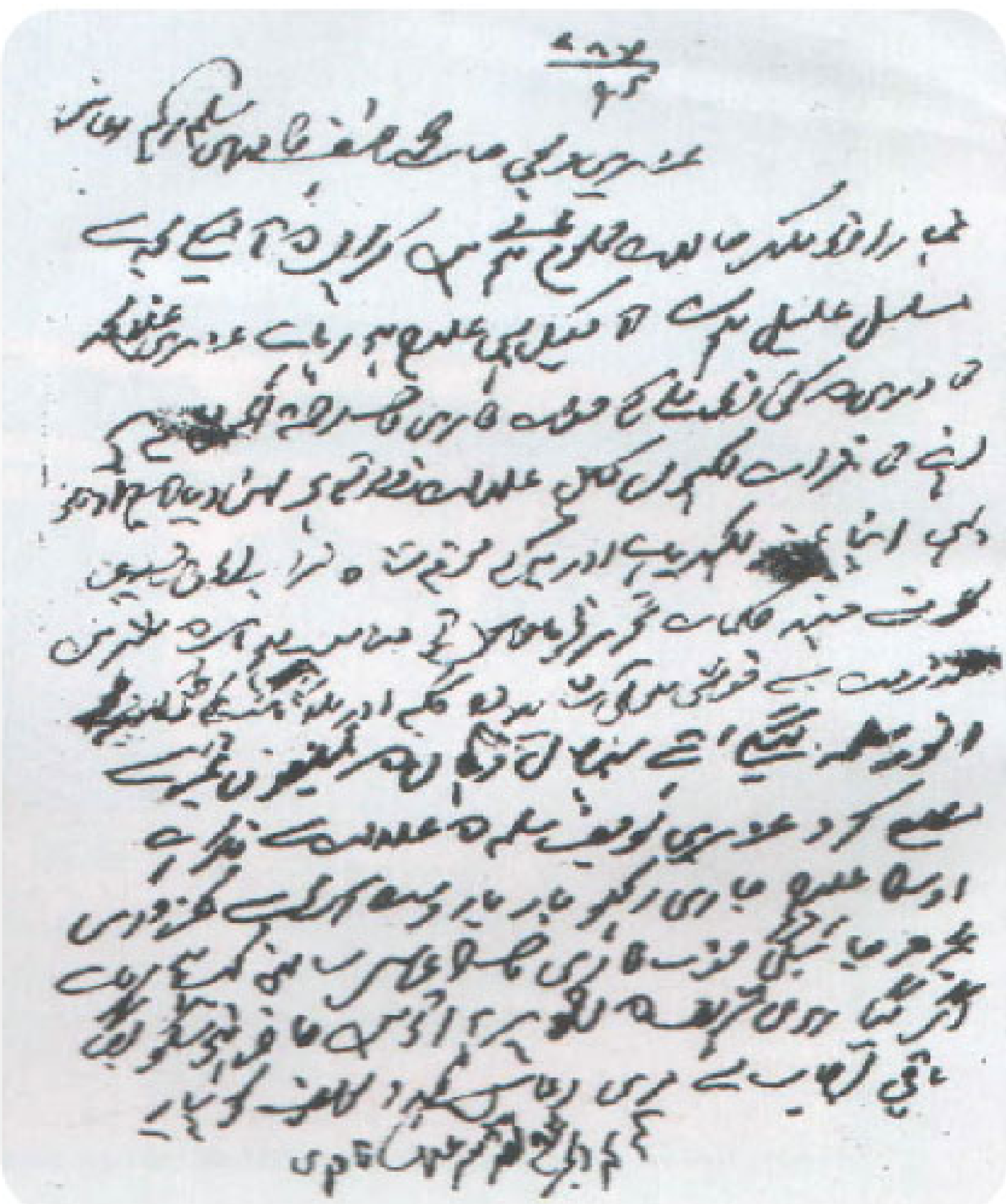
(د) محمد الطاہر بن عبداللہ بن حمدان الاصبہانی عمر ۵۰۴ (مولود ۷۳۱ھ ومتوفی ۱۲۳۵ھ)

(ح) حضرت شیخ سید محمد القادری الحریری عمر ۱۳۵ برس

(و) سیدی ضیاء الدین احمد قادری عمر ۱۰۷ برس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

(۸) غوث الاعظم، شیخ الطریقہ ومعدن الشریعۃ والحقیقہ سیدنا السید الشیخ عبدالقادر الجیلانی۔ قطب الآفاق سیدنا السید عبدالرزاق۔ السید الشریف عبدالعزیز نزیل الحبشہ۔ سیدی شیخ ابراہیم رشیدی۔ سیدی احمد السباعی۔ قطبِ مدینہ ضیاء الدین احمد قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

﴿مفتی تقدس علی خان علیہ الرحمہ کے خط کا عکس﴾



مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ

صدر شریعت بدر طریقت مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی بن حکیم جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیرالدین (قدست اسرارہم) ۱۲۹۶ھ/۹-۱۸۷۸ء میں قصبہ گھوسی محلّہ کریم الدین ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد اور جد امجد فنِ طب اور علم وفضل میں باکمال تھے۔ ابتدائی کتب جد امجد سے پڑھیں بعدازاں اپنے چچیرے بھائی مولانا صدیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے علومِ فنون کی ابتدائی کتابیں پڑھیں پھر انہی کے مشورے سے اپنے استاذ الکل مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری ثم جونپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) سے اکتسابِ فیض کے لئے مدرسہ حنفیہ جونپور میں داخل ہوئے علوم وفنون کی تکمیل کے بعد حجۃ العصر شیخ المحدثین مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ (م۱۳۳۴ھ) کی خدمت میں مدرسۃ الحدیث (پیلی بھیت) میں حاضر ہوکر درس حدیث لیا اور ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۳ء میں سند حاصل کی۔ ۱۳۲۳ھ میں حکیم عبدالولی جھوائی ٹولہ لکھنؤ سے علمِ طب حاصل کیا۔ ۲۴ھ سے ۲۷ھ تک حضرت محدث سورتی کے مدرسہ میں درس دیا۔ اس کے بعد ایک سال تک پٹنہ میں مطب کرتے رہے۔

اسی اثناء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کو مدرسہ مظہر اسلام بریلی کے لئے ایک مدرس کی ضرورت پیش آئی۔ استاذِ گرامی مولانا وصی احمد محدث سورتی کے ارشاد کی بناء پر مولانا امجد علی اعظمی مطب چھوڑ کر بریلی شریف چلے گئے۔ ابتداً تدریس کا کام شروع کیا بعدازاں مطبع اہل سنت کا انتظام اور جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے شعبہ علمیہ کی صدارت کے فرائض بھی آپ کے سپرد کردیئے گئے۔ افتاء کی مصروفیات اس کے علاوہ تھیں۔ سلسلہ قادریہ عالیہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور جلد ہی خلافت سے نوازے گئے۔ قریباً ۱۸ برس شیخ کامل کے فیوض

وبرکات سے مستفید ہوئے اور کمالِ عروج کو پہنچے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی فتاوی کے سلسلے میں آپ پر حد درجہ اعتماد فرماتے تھے ایک دفعہ ارشاد فرمایا

''آپ یہاں کے موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتاء سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں، طبیعت اخاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے''

بریلی شریف میں قیام کے دوران حضرت صدر الشریعہ کی مصروفیات حیرت انگیز حد تک بڑھی ہوئی تھیں ۔ پریس کی نگرانی ، پروف ریڈنگ ، پریس مینوں کو ہدایات ، پارسلوں کی ترسیل اور فتوی نویسی وغیرہ امور تن تنہا انجام دیتے۔ فیضِ رضا نے دین کے لئے کام کرنے کی وہ سپرٹ پیدا کردی تھی کہ تھکاوٹ یا اکتاہٹ کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ بعض حضرات کہا کرتے تھے کہ

''مولانا امجد علی صاحب تو کام کی مشین ہیں''

اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کا فقید المثال ترجمۂ قرآن مسمی باسم تاریخی ''کنز الایمان فی ترجمہ القرآن'' (۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء) آپ ہی کی مساعیٔ جمیلہ سے شروع ہوا اور پایۂ تکمیل تک پہنچا۔

آپ نے ابتدائے شباب سے تدریس کا کام شروع کیا اور آخر حیات تک جاری رکھا اور ایسے نابغۂ روزگار افراد تیار کئے جن پر علم وفضل کو بھی ناز ہے۔ طویل عرصہ تک مدرسہ منظر اسلام بریلی میں فرائضِ تدریس انجام دیئے۔ ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں بحیثیت صدر مدرس دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف چلے گئے۔ ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۳ء میں پھر بریلی شرف چلے آئے اور تین سال تک قیام کیا۔ بعدازاں نواب حاجی غلام محمد خاں شروانی رئیس ریاست

دادوں (علی گڑھ) کی دعوت پر بحیثیت صدر مدرس دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ میں تشریف لے گئے اور سات سال تک بکمال حسن وخوبی فرائضِ تدریس انجام دیئے۔

آپ نے دادو (ضلع علیگڑھ) میں قیام کے دوران امام ابوجعفر طحاوی حنفی قدس سرہ (متوفی ۳۲۱ھ/۹۳۳ء) کی حدیث کی مشہور کتاب شرح معانی الآثار پر حاشیہ لکھنا شروع کیا اور سات ماہ کی مختصر مدت میں پہلی جلد پر مبسوط حاشیہ تحریر فرمادیا۔ یہ حاشیہ باریک قلم سے ۴۵۰ صفحات پر مشتمل تھا اور ہر صفحہ میں ۳۵، ۳۶ سطریں تھیں گویا دیگر مشاغل سے فارغ وقت میں اڑھائی صفحے روزانہ قلمبند فرماتے تھے۔

آپ کی دوسری تصنیف فتاوی امجدیہ ہے جو علمی تحقیقات پر اپنی مثال آپ ہے۔

بہار شریعت، حضرت صدرالشریعہ کی وہ شہرۂ آفاق تصنیف ہے جسے بجاطور پر فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) کہا جاسکتا ہے۔

آپ کے حلقۂ درس میں سینکڑوں ملکی اور غیر ملکی طلباء شامل ہوئے اور اوجِ کمال کو پہنچے۔ چند مشاہیر تلامذہ کے اسماء یہ ہیں

☆ محدثِ اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل سردار احمد لائلپوری

☆ مناظر اعظم مولانا حشمت علی لکھنوی (شیر بیشہ اہل سنت)

☆ مولانا محمد الیاس سیالکوٹی

☆ مولانا مفتی محمد اعجاز الرضوی

☆ مولانا غلام یزدانی، سابق مدرس جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی (رحمہم اللہ تعالیٰ)

☆ مولانا غلام جیلانی صاحب برادر کلاں مولانا علامہ یزدانی صاحب، شیخ الحدیث براؤں شریف

☆ حافظ ملت مولانا عبدالعزیز قدس سرہ، بانی دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

☆ مجاہد اعظم مولانا حبیب الرحمٰن، صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت

☆مولانا رفاقت حسین، مفتی اعظم کانپور

☆مولانا وقار الدین، دار العلوم امجدیہ کراچی

☆مولانا تقدس علی خاں علیہ الرحمہ (پیر جو گوٹھ)

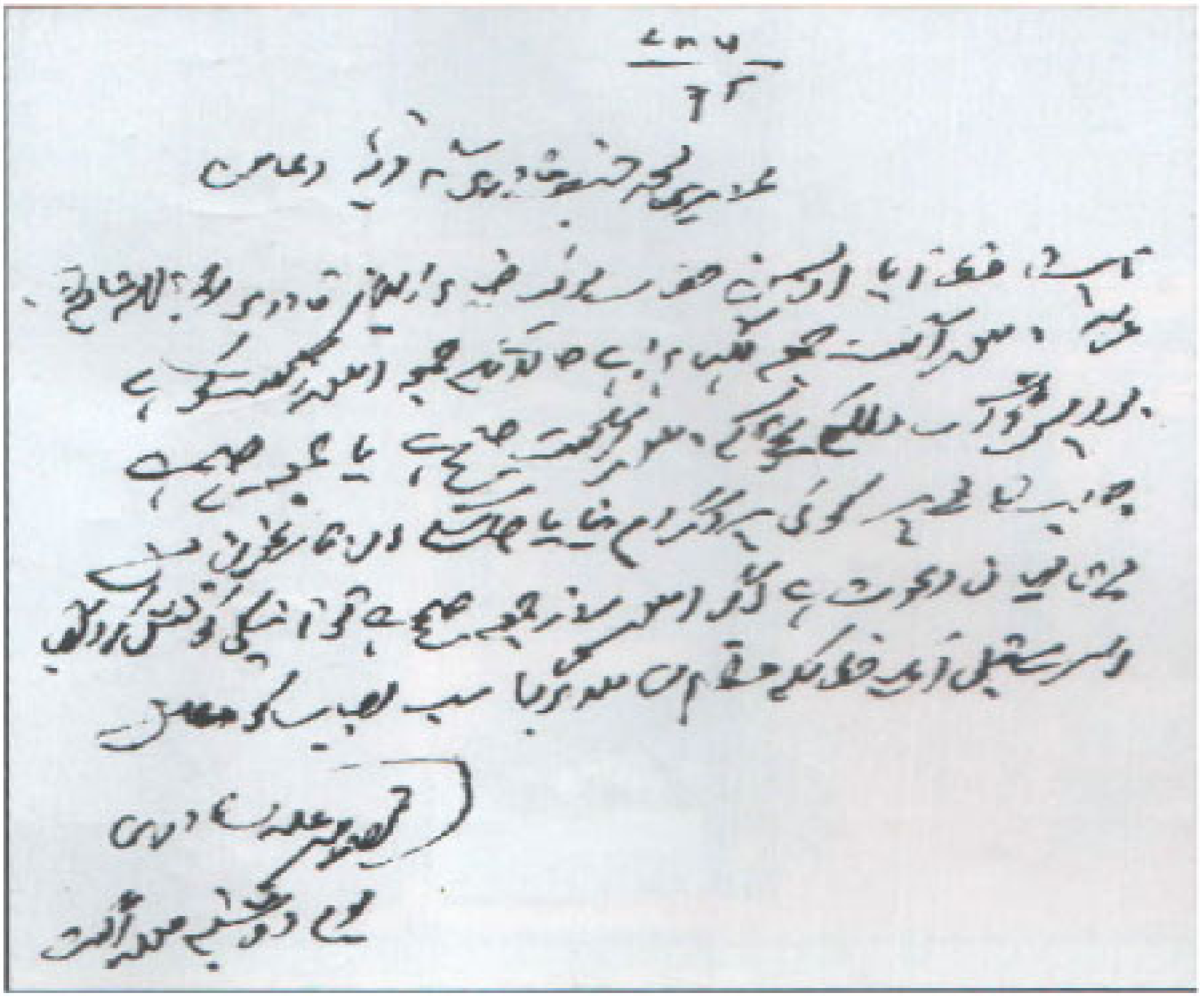
☆مولانا ولی النبی، بیکی تورڈیر شریف (مردان)

☆مولانا مختار الحق، خطیب اعظم دار السلام (ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائلپور)

حضرت صدر الشریعہ بریلی شریف کے قیام کے دوران ۱۳۳۷ھ میں پہلی مرتبہ حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ دوسری دفعہ حرمین شریفین کی حاضری کے ارادے سے بمبئی پہنچے تھے کہ ۲ ذیقعدہ ۶۷ ستمبر بروز دوشنبہ (۱۳۶۷ھ،۱۹۴۸ء) رات گیارہ بجے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئے۔ درجِ ذیل آیۂ مبارکہ مادۂ تاریخ ہے

"اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ" (۱۳۶۷ھ)

﴿مفتی تقدس علی خان علیہ الرحمہ کے خط کا عکس﴾



مولانا محمد حسنین رضا ابن حسن رضا بریلوی علیہ الرحمہ

آپ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کے منجھلے بھائی شاہ محمد حسن رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۲۶ھ) کے منجھلے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت (۱۳۱۰ھ) میں ہوئی۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی سے تعلیم حاصل کی۔ اسی دوران اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے بھی اکتسابِ علم کیا۔ معقولات کی کچھ کتابیں رامپور کے مدرسہ ''ارشاد العلوم'' میں مشہور وممتاز علماء حضرت مولانا ظہور الحسن اور مولانا عبدالعزیز (یہ دونوں حضرات مولانا عبدالحق خیرآبادی کے شاگرد تھے) سے پڑھیں۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد حسنی پریس کے نام سے ایک پریس قائم کیا اور اعلیٰ حضرت کے بہت سے رسائل اپنے خرچ سے شائع کئے۔ یہ دور آپ کی زندگی کا شاندار دور ہے۔

اعلیٰ حضرت کی ایک صاحبزادی آپ سے منسوب تھیں جن کا کچھ عرصۃ بعد انتقال ہوگیا۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کو اجازت وخلافت سے بھی نوازا۔ آپ نے خلافت کمیٹی، ندوہ تحریک، فتنہ وہابیت اور دیگر جنم لینے والے فتنوں کے سدباب کے لئے حضرت حجۃ اسلام شاہ حامد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ساتھ مل کر بھرپور کام کیا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کی شاندار خدمات میں آپ کا نمایاں حصہ ہے۔

آپ کے کثیر تلامذہ میں مندرجہ ذیل حضرات بہت مشہور ہوئے۔

☆ شیر بیشہ اہل سنت مناظر اسلام حضرت مولانا حشمت علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆ مولانا غلام جیلانی اعظمی برادر زادہ حضرت صدر الشریعۃ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆ مولانا مفتی اعجاز ولی خاں رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆مفتی تقدس علی خاں علیہ الرحمۃ

☆مولانا حامد علی رائے پوری وغیرہ

آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں مندرجہ ذیل زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر شہرتِ دوام حاصل کر چکی ہیں۔

☆دشتِ کربلا ☆نظامِ شریعت ☆اسبابِ زوال ☆حلیہ اعلیٰ حضرت ☆وصایا شریف

آپ کو شعر و سخن سے بھی خاصہ لگاؤ ہے۔ اپنے والد گرامی حضرت استاذِ زمن مولانا شاہ محمد حسن رضا خاں حسن کی طرح نعتیہ شاعری میں خاصا زور ہے۔ اگرچہ اشعار بہت کم کہے لیکن جو کچھ کہا خوب کہا ہے۔ حضرت حسن رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک نعت کا مشہور شعر ہے

جو سر پر رکھنے کو مل جائے نعلِ پاکِ حضور　　تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

آپ نے اسی مفہوم کو یوں ادا کیا ہے

تیری نعلِ مقدس جس کے سر پہ سایہ گستر ہے　　وہی فرمانروائے ہفت کشور ہے، سکندر ہے

مزید چند اشعار بھی ملاحظہ فرمائیے

خدا ہی جانے اُن کے سر کی عزت اور عظمت کو　　قدم ان کے جہاں پہنچے وہ عرشِ ربِ اکبر ہے

تیرے الطافِ بے پایاں تری چشمِ کرم مولا　　ہمیں پر ہے ہمیں پر ہے ہمیں پر ہے ہمیں پر ہے

ہمارے پاس تھا ہی کیا جسے قربان کر دیتے　　یہ اک ٹوٹا ہوا دل ہے جو قدموں کی نچھاور ہے

یہ ماہ و مہر بھی تو منتظر ہیں اک اشارہ کے　　زمیں پر آپ رہتے ہیں حکومت آسماں پر ہے

پلٹنے والے کیا پلٹے مقدر کا پلٹنا تھا　　نہ یاں وہ سبز گنبد ہے نہ یاں اللہ کا گھر ہے

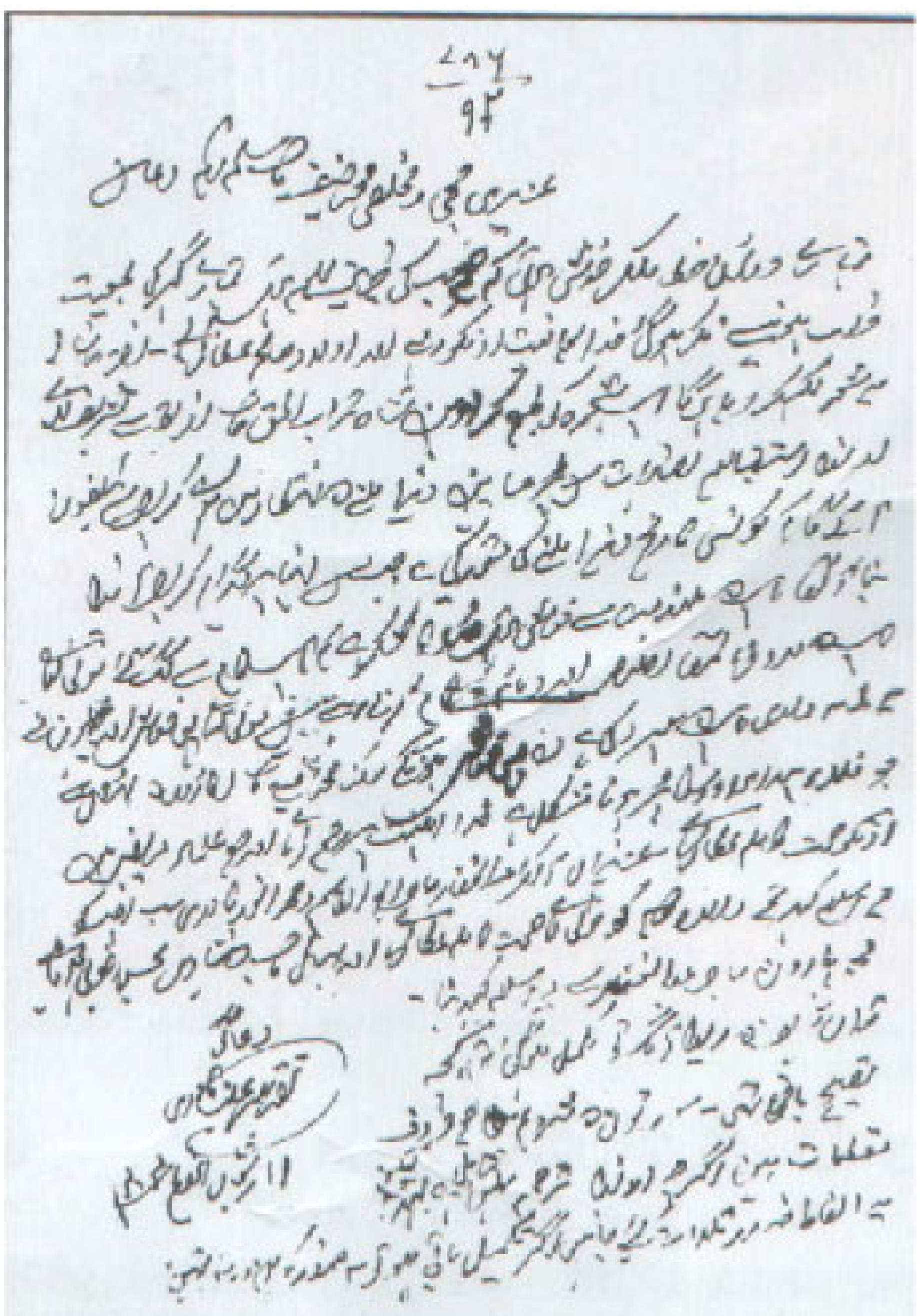
غضب ہی کر دیا حسنین طیبہ سے پلٹ آئے　　وہ جیتے جی کی جنت ہے وہ جنت سے بھی بڑھ کر ہے

اتباعِ شریعت اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت جو آپ کے والد ماجد اور امامِ اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہما کی حیاتِ مبارکہ سرمایہ ہے اس سے بفضلہٖ تبارک

وتعالیٰ آپ نے بھی وافر حصہ پایا ہے۔ علم دین سے گہرا شغف رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اپنے تینوں صاحبزادوں کو قرآن وحدیث سے بہرہ یاب فرمایا۔

مولانا حسنین رضا علیہ الرحمہ نے تقریباً ۹۱ برس کی زندگی پائی اور بروز یکشنبہ ۵ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۴ دسمبر ۱۹۸۰ء کو آپ اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ مولانا سید اعجاز صاحب رضوی جو ایک معمر اور دیانت دار آدمی ہیں آپ کے غسل میں شریک تھے۔ آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ دورانِ غسل مولانا حسنین رضا کی زبان پر لفظ ''اللہ'' جاری تھا جو میں نے ایک دفعہ خود سنا۔

﴿مفتی تقدس علی خان علیہ الرحمہ کے خط کا عکس﴾



شمس العلماء مولانا ظہور الحسن فاروقی رامپوری

۱۸۵۷ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب اپنے والد ماجد مولانا نیاز اللہ سے پڑھیں۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا عبدالحق خیر آبادی، مولانا امداد حسین، مولانا شاہ ارشاد حسین رامپوری (آپ کے ماموں) اور مفتی سعد اللہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ صحاح ستہ مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے مکمل کی۔ مدرسہ منظر اسلام میں صدر مدرس رہے۔ ۱۳۲۳ھ میں آپ کو شمس العلماء کا خطاب ملا۔ ۱۳۲۴ھ میں وصال ہوا۔

تصانیف میں شرح قاضی مبارک، شرح میر زاہد اور حاشیہ افق المبین قابلِ ذکر ہیں۔

﴿شادی و بیاہ کی خیر و خوبی کے لئے نفع بخش دعا﴾

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ٥ اَللّٰهُمَّ بِحَقِّ قَوْلِكَ هٰذَا وَبِحُرْمَةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ اَنْ تَرْزُقَنِيْ (لڑکی کا نام پڑھے) زَوْجًا صَالِحًا مُّوَافِقًا غَيْرَ مُخَالِفٍ بِحَقِّ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ ط

نوٹ: جس لڑکی کا رشتہ نہ ہوتا ہو روزانہ گیارہ مرتبہ نکاح دن تک پڑھے۔ اگر لڑکی خود پڑھے تو نام لینے کی ضرورت نہیں البتہ کوئی پڑھے تو "اَنْ تَرْزُقَنِيْ" کے بجائے "اَنْ تَرْزُقَ" پڑھ کر لڑکی کا نام لے۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ٥ اَللّٰهُمَّ بِحَقِّ قَوْلِكَ هٰذَا وَبِحُرْمَةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ اَنْ تَرْزُقَنِيْ (لڑکے کا نام پڑھے) زَوْجَةً صَالِحَةً مُّوَافِقَةً غَيْرَ مُخَالِفَةٍ بِحَقِّ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ ط

نوٹ: جس لڑکے کا رشتہ نہ ہوتا ہو روزانہ گیارہ مرتبہ نکاح دن تک پڑھے۔ اگر لڑکا خود پڑھے تو نام لینے کی ضرورت نہیں البتہ کوئی پڑھے تو "اَنْ تَرْزُقَنِيْ" کے بجائے "اَنْ تَرْزُقَ" پڑھ کر لڑکے کا نام لے۔

مولانا رحم الٰہی منگلوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت مولانا رحم الٰہی منگلور ضلع مظفر نگر (یوپی) کے رہنے والے تھے۔ مدرسہ عالیہ رامپور میں درسِ نظامیہ کی تحصیل کی۔ مولانا عبدالعزیز امیٹھوی (المتوفی ۱۳۴۴ھ) تلمیذ رشید حضرت علامہ مولانا عبدالحق خیرآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خصوصی تلمذ تھا۔ معقولات میں دسترس حاصل تھی، تدریس کا انداز خوب تھا، مدرسہ منظرالاسلام بریلی، مدرسہ خانقاہِ کبیریہ سہسرام آرہ، مدرسہ اسلامیہ اندرکوٹ میرٹھ وغیرہ بطورِ صدر مدرس رہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ مفتیِ اعظم ہند حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے آپ سے خصوصی درس لیا۔ آخر میں ضعفِ بینائی کے سبب وطن ہی میں سکونت اختیار فرمالی۔ احباب وتلامذہ کی محبت نے جوش مارا تو بریلی شریف تشریف لے گئے۔ اختلاجِ قلب کے مریض تھے واپسی پر گاڑی ہی میں انتقال ہوگیا، یہ آخر صفر ۱۳۶۳ھ کا واقعہ ہے۔

مولانا مرحوم کی خصوصیات میں یہ چیز قابلِ ذکر ہے کہ صبح اول وقت بیدار ہوتے اور استغفار نہایت خشوع وخضوع سے پڑھتے۔ آپ کے تلامذہ میں حضرت مفتیِ اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ، مولانا حسنین رضا خاں، مولانا تقدس علی خاں، مولانا ابراہیم رضا خاں اور مولانا سردار علی خاں نمایاں طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

علم غیب کا بیان

تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(پارہ ۲۹، سورۂ جن، آیت ۲۶۔۲۷)

فیض یافتگان

محدثِ اعظم پاکستان، حضرت شیخ الحدیث

مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد قدس سرہ العزیز

حضرت شیخ الحدیث ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں قصبہ دیال گڑھ تحصیل بٹالہ ضلع گرو داسپور پنجاب میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام چودھری میران بخش تھا، والد نے سردار احمد نام رکھا۔ ابتدائی تعلیم قصبہ دیال گڑھ میں پائی۔ اسلامیہ ہائی اسکول بٹالہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ایف اے کی تیاری کے لئے ۱۹۲۶ء میں لاہور تشریف لائے۔

متحدہ ہندوستان کے صوبہ پنجاب کا مرکز علم وفن لاہور کی مرکزی انجمن حزب الاحناف کا عظیم الشان جلسہ دہلی دروازہ اپنے زیر شامیانہ ملک وملت اور دنیائے اہل سنت کے تمام شہرۂ آفاق علماء ومشائخ کا دلکش نظارہ پیش کر رہا تھا کہ علم وعمل کا تاج محل حضرت صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دورانِ خطاب یہ اعلان فرمایا

''حضرات! امامِ اہل سنت، مجددِ دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے شاہزادے حضرت فیضِ درجت مفتی انام، مرجع الخواص والعوام حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں فلاں گاڑی سے تشریف لا رہے ہیں''

اس اعلان کو ہزاروں کے اجتماع میں ایک اسٹوڈنٹ سراپا گوش سردار احمد نامی بھی سن رہا تھا اور یہ فیصلہ کئے بغیر نہ رہ سکا اور اس کا یہ فیصلہ درست تھا کہ جس شخصیت کا تعارف اپنے وقت کا صدرالافاضل فضیلت وکرامت کے خوبصورت الفاظ سے کر رہا ہو وہ شخصیت خود کتنی بلند مرتبت اور امام شریعت وطریقت ہوگی اور یہ اندازہ بالکل صحیح ثابت ہوا۔ چنانچہ قدرت نے حضرت حجۃ الاسلام کی صورت میں سردار احمد کو ایک ایسا سردار فراہم کر دیا جس کی تعلیم وتربیت نے ایک انگریزی پڑھنے والے اسٹوڈنٹ کو عالم، فاضل، شیخ الحدیث اور محدثِ اعظم پاکستان بنا دیا۔

امام احمد رضا قدس سرہ کا شاہزادہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں لاہور میں جلوہ فرما تھا۔ عوام کی بات نہیں خواص کے دیدہ و دل بھی فرشِ راہ تھے۔ اب بیرونِ دہلی دروازہ لاہور کا جلسہ گاہ جلوہ گاہ اہل نظر تھا۔ حضرت کا موصوف کا حسن خداداد نگاہوں کو خیرہ کر رہا تھا "لاہور میں دولہا بنا حامد رضا حامد رضا" کی چاروں طرف دھوم تھی کہ یہی سردار احمد کشاں کشاں حضرت حجۃ الاسلام کی بارگاہ تک رسا ہوا۔ زیارت و دست بوسی کی سعادت میسر آئی۔ فیضانِ نظر اپنا کام کر گیا اب لاہور سے یہی ایف اے کا طالب علم اسیر حجۃ الاسلام ہو کر مرکز ایمان و آگہی بریلی شریف کی جانب رواں دواں تھا۔

تعلیم و تربیت ﴿شہر بریلی محلّہ سوداگران خانقاہ عالیہ رضویہ کی گلی میں ایک طالب علم صرف و نحو کی ابتدائی کتاب ہاتھ میں لئے سرکاری لالٹین کی روشنی میں کھڑا محو مطالعہ تھا۔ تحصیل علم کے یہ انداز بڑے دلکش تھے۔ رات کے سناٹے کا عالم اس طالب علم کے درخشاں مستقبل کو آواز دے رہا تھا کہ اتنے میں مربی روحانی وہادی رحمانی حضرت حجۃ الاسلام کی نگاہِ حق آگاہ علم و عمل کے اس رَسیا طالب علم پر جا پڑی۔ آپ کی شفقت بے نہایت نے آواز دی "تقدس میاں!" (مولانا تقدس علی خاں) سردار احمد کو مطالعہ کے لئے اُن کے کمرے میں روشنی فراہم کی جائے۔

واقعات بتا رہے ہیں کہ چراغ کی روشنی میں یہی طالب علم اپنا دیدہ و دل فروزاں کرتا۔ حضرت موصوف کے زیر سایہ تعلیم و تربیت کے منازل بڑی تیزی سے طے کر رہا تھا۔ اب اس کے طعام و قیام کا انتظام بھی رضوی دولت کدہ سے متعلق تھا تا آنکہ لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ یہ طالب علم خاندانِ رضا کا ایک فرد ہے۔

دیکھنے والوں کا یہ بیان ہے کہ یہی طالب علم مسجد میں ہوتا تو عابد و زاہد خانقاہ میں ہوتا تو فنا فی الشیخ اور درس گاہ میں ہوتا تو تحصیل علم میں شاغل اور سراپا ادب تلمیذ نظر آتا۔

صرف ونحو کی خشک مگر دلچسپ وادیوں سے گزرتا جب اس کو تفقہ فی الدین کی منزل نظر آئی تو اس نے اپنے آپ کو وقت کے سب سے بڑے فقیہہ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ الحاج مصطفیٰ رضا خاں کے حضور پایا۔ اب منیۃ المصلی کے ابواب روشن تھے اور فقہ کی اس بنیادی منزل میں مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا استاد میسر آ گیا۔

یہ واقعہ ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام کی تربیت اور حضرت مفتی اعظم کی تدریس نے مولانا سردار احمد کو ایک ایسے بحر العلوم (حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے ساحل تک پہونچا دیا جو خیر آبادی علوم کا گنجینہ اور رضوی معارف کا خزینہ تھا۔

بریلی سے اجمیر ﴿ یہ قادری فیضان کہئے یا چشتی نسبت کہ اب مولانا کی منزل دار الخیر اجمیر خواجۂ خواجگاں کی چوکھٹ اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت و خدمت میں علوم وفنون کی تکمیل تھی۔ چنانچہ رضوی خانقاہ کا یہ پروردہ جامعۂ معینیہ عثمانیہ اجمیر مقدس میں اپنے علم وعرفان کی پیاس مسلسل آٹھ سال تک بجھاتا رہا اور اپنے استاد کے حضور معقول اور منقول علوم کی منزلیں طے کرتا یہاں تک پروان چڑھا کہ یہ شجرہ علمی سدا بہار ہوگیا۔

اجمیر مقدس کے قیام میں حافظ ملت مولانا حافظ عبد العزیز محدث مبارکپوری بانی دار العلوم اشرفیہ مبارکپور، حضرت مولانا غلام یزدانی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی و حضرت صدر الصدور مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرہ علماء جو آپ کے شریکِ درس تھے وہ سب کے سب اپنے علم وفضل میں مشاہیر روزگار رہے۔

حضرت شیخ الحدیث نے ان ماہ وسال میں کتبِ درسیہ کے ساتھ ساتھ امام اہل سنت، مجددِ دین وملت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی کی تصنیفات کا بڑا گہرا مطالعہ فرمایا۔ خود ہی ارشاد فرمایا کہ امام اہل سنت قدس سرہ کے رسائل وکتب نے میرے لئے

وجدان ویقین کی تمام راہیں کشادہ کردیں۔

یہ تو روز کا معمول تھا کہ عصر ومغرب کے درمیان حضرت صدرالشریعہ کے ساتھ چہل قدمی میں بھی کوئی نہ کوئی کتاب آپ کے ہاتھ میں ضرور ہوتی اور کہیں بھی کوئی موقعہ میسر آجاتا تو علم کے حصول میں کوئی منٹ ضائع نہیں فرماتے چنانچہ فاضل خیرآبادی کی شرح مرقاۃ انہیں اوقات میں آپ نے پڑھی۔

حضرت شیخ الحدیث کی زندگی میں اپنے اکابر سے بے پناہ شغف اوراساتذہ کا جذبۂ احترام بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے۔اپنے استاذ الکل فی الکل حضرت صدرالشریعہ کا نام لیتے تو ادب واحترام کا پیکر نظر آتے اوراعلیٰ حضرت امامِ اہل سنت امام احمد رضا کا نام نامی تو اُن کا وظیفہ تھا اُن سے یا اُن کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ سے متعلق مساجد مدارس میں ہر جگہ آپ کو نسبتِ رضا نمایاں نظر آئے گی۔

شیخ الحدیث نے درسِ نظامی کی تکمیل میں بڑی محنتِ شاقہ فرمائی۔اپنی کہنیوں کے بل پوری پوری کتبِ درسیہ کا مطالعہ فرماتے۔اپنے استادِ گرامی حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہے۔عصر ومغرب کے درمیان بھی حصولِ علم کا موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔الامام البریلوی کی تصنیفات اور تحقیقاتِ عالیہ تو آپ کا جزوایمان ویقین تھیں۔

آپ کو سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں حضرت شاہ محمد سراج الحق چشتی گرودواسپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت وخلافت کا شرف بھی حاصل تھا۔مزید برآں سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں آپ اپنے مربی ظاہری وباطنی حضرت حجۃ الاسلام شاہ محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ماذون ومجاز تھے۔

اجمیر سے بریلی آخر وہ وقت آہی گیا کہ صدرالشریعہ کا تلمیذ جلیل،مفتی

اعظم ہند کا چاند اور حجۃ الاسلام کا اسیر اپنی ارادت وعقیدت کی آخری قرار گاہ ''بریلی'' واپس ہوا اور یادگارِ اعلیٰ حضرت منظر اسلام میں ہدایہ اخریین سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد حضرت شیخ الحدیث نے مفتی اعظم ہند کے اشارے کے مطابق لائلپور پنجاب کو اپنا مستقر بنالیا اور اس طرح پاکستان کو شیخ الحدیث کی ذات میں محدثِ اعظم پاکستان میسر آگیا۔

بریلی سے لائلپور ﴾ خالقِ کائنات کو یہ منظور تھا کہ لائلپور کی زرخیز زمین خدامِ دین وملت علمائے اہل سنت سے آباد ہو چنانچہ محدثِ اعظم پاکستان نے جھنگ بازار کے گول میں نمازِ جمعہ کا آغاز فرمایا۔ مخلوقِ خدا دور دور سے آپ کا وعظ سننے کے لئے ٹوٹ پڑی ۔آپ کی گفتار نے ہزاروں باکردار افراد پیدا کئے اور مذہبِ حق اہل سنت وجماعت کی وہ حمایت فرمائی کہ نہ صرف لائلپور بلکہ پاکستان کا ہر شہر دینِ حجازی کا مرکز بن گیا، مساجد و مدارس وخانقاہ قیل وقال محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے گونجنے لگے۔

نظامی درس ﴾ خیر آبادی حکمت اور رضوی مسلک اہل سنت کی نشر واشاعت کے لئے جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی بنیاد رکھی ۔ دورۂ حدیث شریف آپ نے خود پڑھانا شروع کر دیا۔ آپ کے علم وفضل کی آواز اس قدر بلند ہوئی کہ نہ صرف طلباء بلکہ علماء نے آپ کے چاروں طرف ڈیرے ڈال دیئے۔

استقامت علی الشریعت کی یہ بڑی روشن مثال ہے کہ آپ نے فوٹو سے مستثنیٰ پاسپورٹ پر حج وزیارت کا سفر کیا۔

تلامذہ ﴾ عالم الغیب والشہادۃ نے آپ کے درس میں بڑی برکت عطا فرمائی تھی۔ علوم وفنون کے علاوہ حدیث میں آپ کے تلامذہ کی تعداد برکوچک ہندوپاک میں سینکڑوں سے متجاوز ہے۔ چند مشاہیر تلامذہ کے نام یہ ہیں

☆علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، ایم این اے، شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی

☆مولانا وقارالدین، ناظم تعلیمات، نائب شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی

☆مولانا غلام رسول لائلپور، شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائلپور

☆مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی، مفتی دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور

☆مولانا تحسین رضا خان صاحب، سابق صدرالمدرسین مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف

☆مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی، ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ لاہور

☆مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق، مدیر ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ

☆مولانا الحاج محمد صابر القادری نسیم بستوی، مدیر ماہنامہ فیض الرسول، براؤں شریف بستی ہند

☆مولانا مفتی مجیب الاسلام اعظمی، ہند

☆مولانا عبدالرشید، شیخ الحدیث جھنگ

☆مولانا ابوالحسنات محمد اشرف چشتی سیالوی، شیخ الحدیث سیال شریف

☆مولانا حافظ اللہ بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، واں بچھران

☆مولانا سید جلال الدین شاہ، بھکی شریف

☆مولانا عنایت اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مناظر اہل سنت سانگلہ ہل

☆مولانا ابوالمعالی محمد معین الدین شافعی، ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ لائلپور

☆مولانا ابوالشاہ محمد عبدالقادر شہید لائلپوری قدس سرہ، لائلپور

☆مولانا سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جامعہ نوریہ رضویہ لائلپور

☆مولانا مفتی محمد امین، مہتمم جامعہ امینیہ لائلپور

☆مولانا ابوالانوار محمد مختار احمد لائلپوری

☆مولانا حافظ احسان الحق، صدر مدرس جامعہ امینیہ لائلپور

☆ مولانا مفتی محمد حسین سکھروی، جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر

☆ مولانا سید حسین الدین شاہ، ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

☆ مولانا فیض احمد اُویسی رضوی، شیخ الحدیث جامعہ اُویسیہ رضویہ بہاولپور

☆ مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی، شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ

☆ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی، جنوبی افریقہ

نائبِ اعلیٰ حضرت کی رحلت ﴾ مختصر یہ کہ آفتابِ علم وفضل ساٹھ سال تک اپنی کرنوں سے بے شمار عوام وخواص، طلباء، علماءِ ملت اسلامیہ اہل سنت کو اپنے فیضان سے تابدار کرتا ہوا یکم شعبان ۱۳۸۲ھ، ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء کی درمیانی رات کو کراچی میں غروب ہوگیا۔ آپ کا جسد مبارک شاہین ایکسپریس کے ذریعہ کراچی سے لائل پور لایا گیا۔ اسٹیشن سے جامعہ رضویہ تک علماء مشائخ، عوام کے بے پناہ ہجوم نے ایمان افروز نظارہ بھی دیکھا کہ آپ کے جنازہ پرنور کی پھوار پڑ رہی تھی اور اَبر کا نام ونشان نہ تھا۔ نمازِ جنازہ مولانا ابوالشاہ محمد عبدالقادر احمد آبادی شہید اہل سنت قدس سرہ نے آپ کی وصیت کے مطابق پڑھائی۔ نمازِ جنازہ میں تین لاکھ فرزندانِ توحید ورسالت کی شرکت علماء ومشائخ کے سفر آخرت کی آخری تقریب میں فقید المثال ہے۔ آپ کا مزار آپ ہی کی بنائی ہوئی سنی رضوی جامع مسجد لائل پور میں زیارتِ گاہ خاص وعام ہے۔

مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہ العزیز نے خود اپنے اعظم خلیفہ اور تلمیذ جلیل کی تاریخ وصال اپنے اشعار میں ارشاد فرمائی

مرگیا فیضان جس کی موت سے ہائے وہ ''فیضِ اِنتما'' (۱۳۸۲ھ) جاتا رہا
''یا مجیب اغفرلہ'' (۱۳۸۲ھ) تاریخ ہے کس برس وہ رہنما جاتا ہے
دیو کا سر کاٹ کر نوری کہو چاند روشن علم کا جاتا رہا

حضرت مولانا تقدس علی خان علیہ الرحمۃ کے برادرِ اصغر

فاضلِ جلیل مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی

آپ وقت کے نامور فقیہہ راسخ العقیدہ سنی عالم دین اور پاکستان میں رضویت کے علمبردار ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ، ۲۰ مارچ ۱۹۱۴ء بروز منگل بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ عقیقہ کی تقریب پر آپ کا نام "محمد" رکھا گیا، اعجاز ولی خاں عرف قرار پایا۔ ۲۵ شعبان ۱۳۳۶ھ کو امام احمد رضا فاضل بریلوی نے بسم اللہ شریف پڑھائی اور قرآن حافظ عبدالکریم قادری بریلوی سے پڑھا۔ مولانا تقدس علی خان رضوی، مولانا مختار احمد سلطانپوری اور مولانا حسنین رضا خاں بریلوی سے متوسطات تعلیم حاصل کی۔ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی سے شرح جامی اور مولانا سردار ولی خاں عزو میاں سے جلالین پڑھی۔ آپ نے درسیات کی تکمیل حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہارِ شریعت سے مدرسہ سعیدیہ دادوں علیگڑھ میں کی۔ مفتی اعظم ہند نے ۱۹۳۷ء، ۱۳۵۶ھ سند حدیث عطا فرمائی۔ آپ نے تدریسی دنیا میں بڑا نام پیدا کیا۔ بریلی شریف، جھنگ، جہلم، لاہور میں کتب معقول ومنقول کی تدریس میں بڑی شہرت حاصل کی۔ شیخ الحدیث والفقہ کی حیثیت سے تو آپ کی ذات مسلم تھی۔ بریلی شریف ہی سے آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز کیا اور پاکستان میں اس منصبِ جلیل پر آپ مفتی اعظم ہند کے وارث وامین تھے۔ جمعیت علمائے پاکستان کی تنظیم میں آپ نے بڑا نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ کو حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں بریلوی سے سند حدیث حاصل تھی اور شرفِ تلمذ بھی تھا۔ آپ سلاسلِ اربعہ میں حضرت موصوف سے ماذون ومجاز تھے۔

امام احمد رضا کے خاندان میں آپ کو علمِ جفر سے قدرے مناسبت تھی۔ وصال ۲۴ شوال المکرّم ۱۳۹۳ھ، ۱۹ نومبر ۱۹۷۳ء لاہور میں ہوا اور اپنی خواہش کے مطابق مدینۃ الاولیاء

لاہور میانی صاحب میں آسودۂ خواب ہوئے۔

آپ کی اولاد و امجاد میں محمد یوسف ظفر پاشا (ولادت ۱۵ اگست ۱۹۴۵ء) بی ایس سی انجینئر، ایم بی اے برطانیہ، تحسین فاطمہ، ایم ایس سی فزکس، گولڈ میڈلسٹ (ولادت مارچ ۱۹۵۳ء) کراچی پاکستان میں مقیم ہیں۔

حضرت مولانا ابراہیم خوشتر صدیقی رضوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

ولادت سیاحِ عالم حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ محمد ابراہیم خوشتر رضوی بن محمد صدیق مرحوم اعلٰی حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کے وصال پرملال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کے ۸ سال ۷ ماہ چھ دن بعد ۶ شوال المکرّم بروز ہفتہ ۱۳۴۸ھ مغربی بنگال چوبیس پرگنہ کے ریلوے جنکشن نبڈیل میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت علامہ مولانا محمد ابراہیم خوشتر رضوی کی تعلیم کا آغاز مشہور ریلوے ورکشاپ شہر جمال پور ضلع مونگیر بہار سے ہوا۔ ابتدائی تعلیم اردو، فارسی، حساب وکتاب کے علاوہ حفظ قرآن مجید کی تکمیل یہیں حافظ نصیر الدین سے کی۔ علامہ خوشتر کے زندگی کی صرف دس بہاریں گذری تھیں کہ حفظ قرأت وتجوید کی سعادت لازوال دولت سے مالا مال ہوگئے۔

علامہ محمد ابراہیم خوشتر مولانا احسان علی رضوی مظفر پوری کی معیت اور اُن کی سرپرستی میں بریلی شریف آئے اور یہاں پر دارالعلوم منظر اسلام، دارالعلوم مظہر اسلام بریلی میں تعلیمی وابستگی اختیار کی۔ حدیث، اُصولِ حدیث، فقہ، اُصولِ فقہ، نحو، صرف وغیرہ علوم وفنون میں کمال حاصل کیا۔

مولانا غلام یزدانی رضوی اعظمی کے ایماء پر آپ جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد پہنچے اور وہاں محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی کی خدمت میں حاضر ہوکر خصوصیت کے ساتھ کتبِ حدیث کا دورہ کیا اور مظہر اسلام فیصل آباد سے سند فراغت حاصل کی۔

اساتذہ کرام علامہ خوشتر رضوی کے اساتذہ میں وہ آفتاب وماہتاب زمانہ ہیں جن کا چرچہ آج عالم میں ہورہا ہے جو علم وفضل، زہد وتقویٰ، ریاضت وعبادت اور میدانِ افتاء میں کامل واکمل ہیں۔

(۱)شہزادۂ اکبر اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا مفتی محمد حامد رضا قادری بریلوی

(۲) تاجدارِ اہل سنت مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی

(۳)ادیب عصر ابوالمعانی مولانا ابرار حسن رضوی تلہری، مدیر ماہنامہ یادگارِ رضا بریلی

(۴) بحر العلوم حضرت مولانا مفتی سید محمد افضل حسین رضوی مونگیری

(۵) محدث اعظم بریلی علامہ مولانا ابوالفیضان محمد احسان علی رضوی مظفر پوری

(۶) نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی بریلوی

(۷) محدثِ اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد رضوی بریلوی، بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد

(۸)استاذ العلماء مولانا مفتی تقدس علی خاں رضوی بریلوی

(۹) حضرت علامہ مولانا غلام یزدانی رضوی اعظمی، سابق مدرس دار العلوم مظہر اسلام بریلی

(۱۰)ادیب شہیر مترجم کتب متعددہ علامہ شمس الحسن شمس بریلوی

درس وتدریس ﴿علامہ ابراہیم خوشتر ۱۹۵۲ء میں بریلی شریف سے فیصل آباد پہنچے اور تدریسی زندگی کا آغاز گوجر خاں ضلع راولپنڈی سے کیا۔ پھر ساہیوال میں ۱۹۶۲ء تک قیام پذیر رہے۔ اُن شہروں میں خطابت وامامت کے ساتھ دار العلوم رحمانیہ گوجر خاں، جامعہ شرقیہ رضویہ ساہیوال کے اہتمام اور درس وتدریس کی خدمت بھی متعلق رہی۔

علامہ خوشتر ۱۹۶۳ء میں خطیب کی حیثیت سے کولمبو (سیلون) تشریف لے گئے۔ ۱۹۶۵ء کو ماریشس سربراہ امور مذہبیہ کی حیثیت سے مقیم رہے۔ جامع پورٹ لوئس مسجد (افریقہ) میں امامت وخطابت کے ذریعہ رشد وہدایت، تبلیغ واشاعت کا شاندار آغاز کیا۔

۱۹۷۵ء میں برطانیہ کا تبلیغی سفر اختیار کیا۔ علامہ خوشتر کی بدولت یورپ کے ہر علاقہ میں عرس قادری رضوی، یوم امام احمد رضا کی دھوم مچ گئی۔

علامہ ابراہیم خوشتر نے ۱۹۹۰ء/۱۴۱۰ھ میں پیرس کا تبلیغی سفر فرمایا اور یہاں پر ہونے والے گیارہویں اور محرم کے پروگراموں میں شرکت کی اور امام احمد رضا بریلوی کا پیغام سنایا۔ آخر میں مانچسٹر برطانیہ میں قیام گزیں ہو گئے۔

شعروشاعری ﴾ حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر شعروشاعری کے میدان میں بھی ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ تخلص ''خوشتر'' اختیار کیا۔ مفتی اعظم کے وصال پُر ملال پر ۱۴۰۲ھ میں ''فراقِ مفتی اعظم ہند'' (۱۹۸۱ء) کے عنوان سے ایک تاریخی منقبت کہی جو ۳۵ اشعار پر مشتمل ہے نمونہ کے طور پر چند شعر ملاحظہ ہوں

کیا بتاؤں کون کیسا مقتدا جاتا رہا — مقتدا کرتے تھے جس کی اقتدا جاتا رہا
خوبصورت خوب سیرت خوش لقا جاتا رہا — خوبیِ خوباں کا جو معیار تھا جاتا رہا
احمد نوری نے دی جس کی ولادت کی خبر — اس بشارت کی خبر کا مبتدا جاتا رہا
جس نے دی تھی یہ دعا خوشتر کو خوشتر کر خدا — آہ! وہ خوشتر کا خوشتر خوش ادا جاتا رہا

رفع یدین

حضرت علقمہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نماز نہ پڑھوں پس آپ نے نماز پڑھی اور صرف شروع نماز میں اپنے ہاتھوں کو اُٹھایا۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن ہے اور بہت سے علمائے صحابہ اور علمائے تابعین یہی فرماتے ہیں کہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہ کیا جائے۔ (ترمذی، جلد اول، صفحہ ۳۵)

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم سکندری

یکم ستمبر 1944ء مطابق 27 رمضان المبارک 1365ھ بروز ہفتہ بوقت 5 بجے صبح عاشقِ رسول الحاج محراب خان کے گھر ولادت ہوئی۔

قرآن مجید اور مڈل تک تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں ہی حاصل کی۔

گھر میں دینی و علمی ماحول میسر ہونے کے سبب آپ کے دادا جان الحاج قادرداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو جامعہ راشدیہ میں داخل کروایا۔ جن اساتذہ کرام سے اکتسابِ فیض کیا ان میں سے چند ایک یہ ہیں

☆ نبیرہ اعلیٰ حضرت شیخ الحدیث علامہ مولانا تقدس علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆ فقیہ العصر مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد صاحبداد خان جمالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆ متکلم دوراں، فخر المدرسین حضرت علامہ سید حسین امام اختر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆ بقیۃ السلف، عالم باعمل علامہ مفتی محمد صالح مہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆ سند المدرسین علامہ مولانا کریم بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆ مدرس بے بدل علامہ مولانا عبدالصمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

27 رجب المرجب 1386ھ بمطابق 11 نومبر 1966 کو درسِ نظامی سے فراغت کے بعد دستارِ فضیلت جید علماء کرام کے ہاتھوں انجام پائی جن میں غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علامہ مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مناظر ملت، پیر طریقت علامہ غلام مجدد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور عاشقِ رسول فقیہ اعظم سندھ علامہ مولانا محمد قاسم مشوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسی شخصیات قابلِ ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد اپنے اساتذہ کرام کی خواہش پر ضلع سانگھڑ کے چھوٹے سے شہر شاہ پور چاکر میں ایک دینی ادارے کی بنیاد رکھی۔ خلوص، لگن اور علمی شہرت نے طالبانِ علم کو اپنی جانب

متوجہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے چھوٹے سے مکان میں شروع کیا جانے والا مکتب عظیم جامعہ کی صورت اختیار کرتا گیا جس میں اس وقت طلباء کی کثیر تعداد زیر تعلیم ہے۔ بچیوں کی دینی تعلیم کے لئے بھی ایک ادارہ کا قیام قبلہ نے فرمایا جن میں اس وقت تک بچیوں کی کثیر تعداد زیر تربیت ہے۔ وسائل کی کمی اور تنگ نظر ماحول کے باوجود حضرت مفتی صاحب اپنی ذات میں ایک منظّم تحریک اور اہل سنت کا سرمایہ ہیں۔

فراغت کے پانچ سال بعد آپ نے دیوبندیوں کے مشہور مدرس ومناظر مولوی عرض محمد ابوذر (جس کا اس وقت درس وتدریس کا تجربہ چالیس سال تھا) سے علم غیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر تاریخی مناظرہ کیا اور اسے شکست فاش دی۔ دوسرا مناظرہ بھی اسی مسلک کے مناظر عبداللہ شاہ سے ہوا جو کہ اصل میں علامہ فیض احمد اُویسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کرنا تھا مگر دیوبندی مناظر اردو نہ آنے کا بہانہ بنا کر بھاگنے کی کوشش کرنے لگا۔ ہم زبانِ مناظرہ کی شرط پر قبلہ مفتی صاحب کو اس کے سامنے لایا گیا۔ مناظرہ کے چند ہی لمحوں میں مذکورہ مناظر قبلہ مفتی صاحب کی تبحر علمی وحاضر جوابی کی تاب نہ لا سکا اور اپنے ساتھ لائی ہوئی کتب کو چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کر گیا۔

سفرِ حج ﴿ قبلہ مفتی صاحب نے تین مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

تحاریک میں حصہ ﴿ تحریک ختم نبوت، تحریک نظامِ مصطفیٰ میں قبلہ مفتی صاحب کا اسمِ گرامی سندھ کے علماء میں سرفہرست ہے۔

آج کل کے علمی وعملی انحطاط کے دور میں قبلہ مفتی صاحب جیسے خطیب خال خال نظر آتے ہیں۔ آپ کے لہجے میں سوزِ بلالی بھی ہے اور تلقینِ غزالی بھی ہے۔ دلائل ولطیف نکات بھی ہیں تو عربی عبارات کی صحت وروانی بھی، وادئ سندھ اور بلوچستان کے اکثر علاقوں میں کسی بھی دینی پروگرام کی کامیابی کے لئے مفتی صاحب کا نام ہی قابلِ ضمانت سمجھا جاتا ہے۔

علماء ومشائخ کی جانب سے ابوالنصر، شیر مصطفیٰ اور سلطان الواعظین جیسے القابات ان کے ہر دل عزیز ہونے کی واضح دلیل ہے۔

مسلکِ اہل سنت وجماعت کی ترویج واشاعت میں جہاں قبلہ مفتی صاحب نے تقریر کے ذریعے خدمات سرانجام دی ہیں وہاں تحریری خدمات بھی انجام دی ہیں۔ بدمذاہب کے رد وابطال میں سندھی زبان میں مسلکِ اہل سنت وجماعت کی ترجمانی بھی قبلہ مفتی صاحب کرتے ہیں جس کی وجہ سے آپ کی لکھی ہوئی کتب میں سے اکثر کا تعلق مناظرہ سے ہے۔

(۱) سیف سکندری (۲) سیف یزدانی (۳) سد سکندری (۴) دیوبندی دھرم اور عقائد اہل سنت (۵) شیعانِ علی (غیر مطبوعہ) (۶) ذکر عید میلاد النبی ﷺ (۷) تحفۃ المومنین (۸) صحبت نامہ (۹) افضیلت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (زیرِ طبع)

شیخ الحدیث مفتی محمد رحیم سکندری

حضرت مولانا تقدس علی خان علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کے والد ماجد جام کھوسہ بلوچ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا جب آپ دس سال کے تھے۔ گیارہ سال کی عمر میں آپ کے بڑے بھائی حاجی وزیر محمد نے آپ کے ماموں مولوی فقیر محمد کے پاس مدرسہ میں قرآن پاک کی تعلیم کے لئے بٹھایا۔ ایک ماہ کے عرصے میں مفتی صاحب نے کلامِ پاک اس طرح ختم کیا کہ اکثر کلامِ پاک حفظ ہو گیا جبکہ باقاعدہ حفظ درس نظامی سے فراغت کے بعد اس وقت کیا جب معلوم ہوا کہ نواب شاہ کی جامع مسجد میں رمضان شریف میں دیوبندی حافظ تراویح پڑھائے گا۔ آپ نے اعلان کروایا کہ میں تراویح پڑھاؤں گا اور روزانہ سوا پارہ حفظ کر کے رات کو تراویح پڑھاتے۔

1954 میں درسِ نظامی کے لئے جامعہ راشدیہ میں داخل ہوئے اور دورانِ تعلیم بھی رمضان شریف میں حافظ صاحب کو تراویح میں لقمہ دیا تو بچے کی آواز میں لقمہ سن کر اساتذہ

بے حد خوش ہوئے۔درسِ نظامی میں آپ امتیازی نمبروں سے کامیاب ہوئے اور مولوی ،عالم اور فاضل کے امتحانات میں اول پوزیشن حاصل کی۔1962 سے 1966 تک جامع مسجد نواب شاہ میں امام و خطیب رہے۔1966سے1976سوسر فقیر ہنگورو دارالعلوم قادریہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔1976 مولانا محمد صالح کے وصال پر آپ کو جامعہ راشدیہ کا مہتمم مقرر کیا گیا۔آج تک آپ دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اور سندھ بھر میں مدارس ودارالعلوم آپ کی سرپرستی میں کام کررہے ہیں۔

تصانیف حضرت کا سب سے بڑا کارنامہ اردو ترجمہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کنزالایمان کا سندھی ترجمہ ہے،ساتھ میں خزائن العرفان کے حاشیہ کا بھی سندھی میں ترجمہ کیا۔

☆ مشائخ پگاڑا کے ملفوظات ومکتوبات کا سندھی ترجمہ

☆حزب الاعظم کا سندھی ترجمہ

☆ زبدہ شرح قصیدہ بردہ مصنفہ ملاعلی قاری علیہ الرحمہ کے نادر قلمی نسخہ کو ترتیب دے کر طبع کرایا۔

وفات حسرت آیات مایۂ دانش

۸۸ ۱۹ء

موت ہے زیست کا انجام و مآل اس سے محفوظ رہے دہر میں کوئی ہے محال
ساتھ میں جاتے ہیں اعمالِ حسن باقی رہ جاتاہے بس نقشِ کمال
ہیں شفیع اور وجاہت لاریب فقر میں ان کی نیابت کی مثال
دال ہے ان کے کمالات پہ شمس
لفظ ''حضرت'' میں ہے تاریخ وصال

۱۴۰۸ھ (علامہ شمس بریلوی)